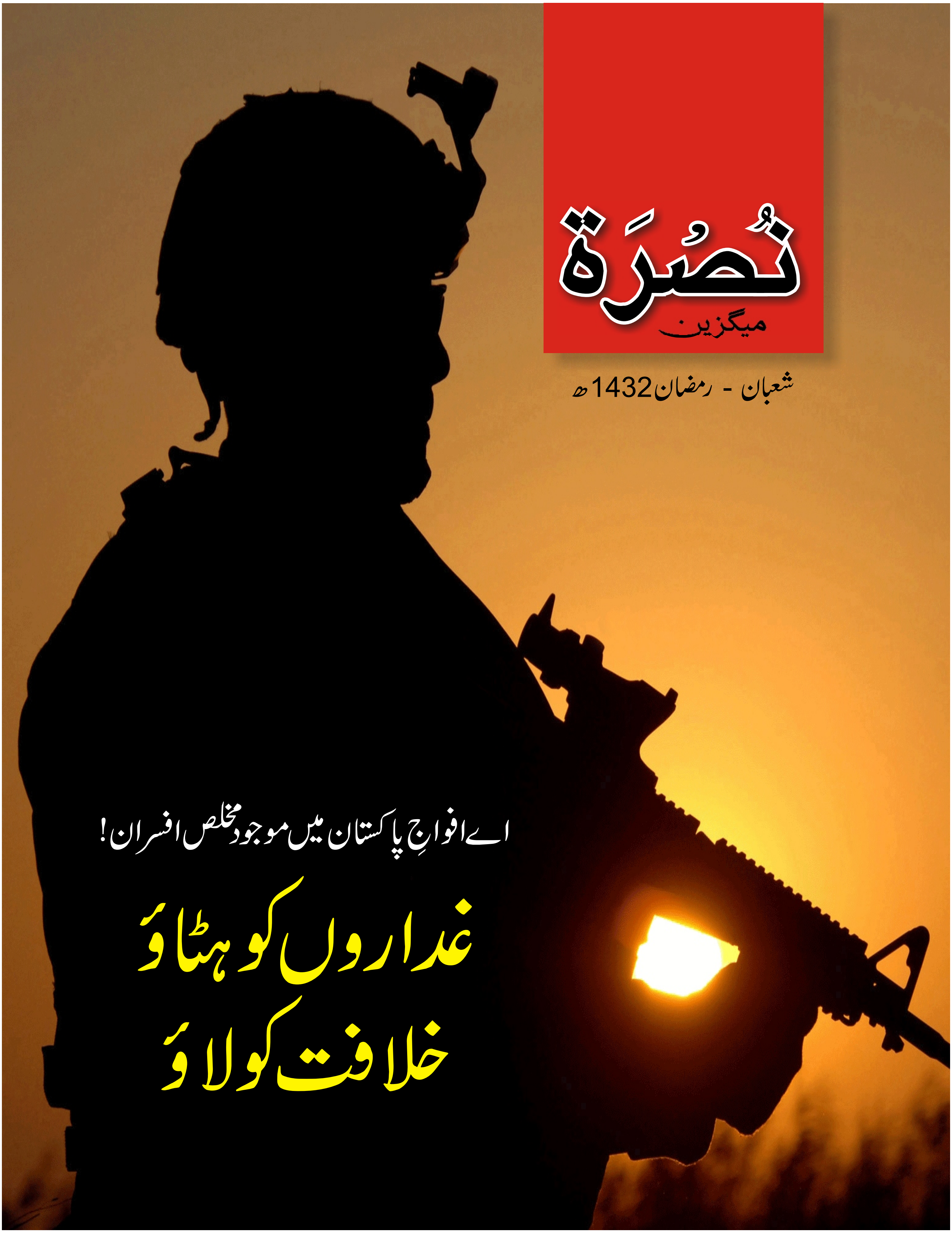

نُصرَة
میگزین
شعبان - رمضان 1432ھ
اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران!
غداروں کو ہٹاؤ
خلافت کو لاؤ

نُصرَة
میگزین

جلد نمبر: 1 شمارہ نمبر: 1

شعبان - رمضان 1432ھ

جولائی - اگست 2011ء

فہرست

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار (مددگار) بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے اپنے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: کون ہیں دین کی راہ میں میرے انصار؟۔ حواریوں نے جواب دیا: ہم ہیں اللہ کے انصار۔ پس بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں طاقت دی اور وہ غالب آگئے'' [سورۃ الصف:14]

Website: www.hizb-ut-tahrir.info www.hizb-ut-tahrir.org

Contact: info@hizb-p... www.hizb-p...

...یار!!

...وزیرستان میں فوجی آپریشن کا

...جبکہ پاکستان کی سیاسی اور ملٹری

اداریہ

رمضان کی برکتوں کے ساتھ اس ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے اُٹھ کھڑے ہو، جس کی افواج ہمارے دشمنوں پر فتح یاب ہوں گی

الحمد للہ ہم ایک مرتبہ پھر ماہِ رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اس ماہِ مبارک میں جہاں ہم اس کوشش میں ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، وہاں ہمیں اس بات کو بھی یاد کرنا چاہئے کہ ہمارے اسلاف نے اسلام کے دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے اسی بابرکت ترین مہینے کا انتخاب کیا تھا۔ پس ماہِ رمضان میں اسلامی ریاست کے سائے تلے مسلم افواج کے ذریعے، بہادر مسلمان ،دشمن کے خلاف اس وقت بھی فتح یاب ہوئے، جب دشمن مادی طاقت اور تعداد میں مسلمانوں سے بھاری تھے۔ پس یہ رمضان ہی کا مہینہ تھا کہ جس میں مسلمانوں نے غزوۂ بدر میں مشرکینِ مکہ کو شکستِ فاش دی، مکہ کو فتح کیا، سفاک تاتاریوں کو فیصلہ کن شکست دی اور مسجدِ الاقصیٰ کو عیسائی صلیبیوں کے تسلط سے آزاد کرایا۔ ان افواج کے سپہ سالار اور وہ حکمران اس لیے کفار کے خلاف کامیاب ہوئے کیونکہ وہ دینِ حق پر مضبوطی سے کاربند تھے اور اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ڈرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا تزا ل طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامة قال فینزل عیسی ابن مریم صلی اللّٰہ علیہ و سلم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللّٰہ ھذہ الامة))

''میری امت میں ہمیشہ ایسا گروہ موجود رہے گا جو حق کے لیے جہاد کرے گا اور فتح یاب ہوگا، اور ایسا قیامت تک ہوگا۔ اور پھر عیسیٰ ابن مریمؑ اُتریں گے اور مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا کہ آئیں اور نماز میں ہماری امامت کریں، لیکن عیسیٰؑ فرمائیں گے تمہارا امیر تم ہی میں سے ہوگا، اور یہ اللہ کی طرف سے اس اُمت کی عزت افزائی ہے'' **(مسلم)**

اے مسلمانو! آیئے اس حدیث کی روشنی میں ہم اپنی صورتِ حال کا جائزہ لیتے ہیں؛ ہماری صورتِ حال یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں، خواہ یہ فلسطین میں یہودی ہوں، کشمیر میں ہندو مشرکین ہوں یا پھر افغانستان اور عراق میں امریکہ ہو۔ بیشک کفار ہر دور میں ہم سے لڑتے رہے ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ اگر ہم اسلام کو مکمل طور پر تھامیں گے تو انہیں ہمیشہ شکست ہوگی۔ پس ہمیں کبھی بھی دشمن سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے، نہ ہی ان سے ڈر کر قدم اٹھانا چاہیے، کیونکہ بزدل بالآخر ناکام ہوگا ،خواہ اس کے پاس افواج کی کثرت ہو اور دنیا کا اعلیٰ ترین اسلحہ موجود ہو۔

ہمارے دشمن ہم میں سے کچھ لوگوں سے زیادہ اس بات سے آگاہ ہیں کہ ہماری طاقت کا راز اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب امریکہ طاقتور ریاستوں اور مضبوط افواج کے ذریعے مسلمانوں کا استحصال کرنا چاہتا ہے تو مسلمانوں میں خوف پھیلا کر انہیں اسلام سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پس کبھی امریکہ پاکستان پر حملے کی دھمکی دیتا ہے، یا وہ ہمارے ایٹمی ہتھیاروں کو تحویل میں لے لینے حتیٰ کہ پاکستان کو توڑنے کا ڈراوا دیتا ہے، جیسا کہ ریگن انسٹی ٹیوٹ، کارٹر فاؤنڈیشن اور امریکی انسٹی ٹیوٹ برائے جنوبی ایشیا کی رپورٹوں میں دانستاً ان خطرات کو بیان کیا گیا ہے۔

درحقیقت خطے میں جاری اسلام کے خلاف امریکی جنگ کے ہر موڑ پر پاکستان کے ایجنٹ حکمران امریکہ کی خدمت گزاری کے طور پر خوف پھیلانے کا کام سرانجام دیتے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں ہم مسلمان شدید خطرات کا شکار ہوئے۔ 2001ء میں جب امریکہ کے پاس افغانستان پر حملے کے لیے خاطر خواہ ذرائع موجود نہ تھے، تو مشرف نے فوج اور عوام میں خوف کی فضاء قائم کی تاکہ ''پاکستان کو بچانے'' کے نام پر امریکہ کو فضائی راہ داری، فوجی اڈے اور انٹیلی جنس مدد فراہم کی جا سکے۔ مشرف نے اُن بہادر فوجی افسروں کو بھی سائڈ لائن کر دیا جو مشرف کے طرزِ عمل کے نتیجے میں اُمڈنے والے خطرات کو بھانپ رہے تھے۔ امریکہ نے افغانستان میں قدم جمانے کے بعد افغانستان کے دروازوں کو بھارت کے لیے کھول دیا تاکہ بھارت خطے میں اپنا شر پھیلا سکے، جس کے نتیجے میں ہماری صورتِ حال بگڑ گئی۔ پھر مشرف نے دوبارہ خوف کو استعمال کیا تاکہ پاکستان کے دروازوں کو امریکی انٹیلی جنس اداروں کے لیے کھولا جا سکے، جس کے نتیجے میں ہماری صورتِ حال مزید خراب ہوگئی، کیونکہ امریکہ انٹیلی جنس ایجنسیاں ایسی دہشت گرد تنظیمیں ہیں کہ ان سے زیادہ نقصان کوئی اور نہیں۔ جنوبی امریکہ سے لے کر جنوب مشرقی ایشیاء تک، جہاں بھی ان امریکی ایجنسیوں نے قدم جمائے، وہاں لوگوں کو مروانے، خون خرابے اور دھماکوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اور پھر زرداری اور اس کے حواریوں نے مزید خوف پھیلانا شروع کیا تاکہ ہمارے قبائلی علاقوں میں امریکی جنگ کی خاطر ہمارے فوجی جوانوں کو قربان کیا جا سکے، جس کے نتیجے میں ہماری صورتِ حال خراب سے خراب تر ہو جائے گی۔

ہمارے حکمران اور ہمارے دشمن یہی چاہتے ہیں کہ ہم ان کے پھیلائے ہوئے خوف کی بنا پر قدم اٹھائیں، لیکن ہمیں یہ سوال کرنا ہوگا: امریکہ کس طرح پاکستان کو تباہ کر سکتا ہے، جبکہ یہ بزدل صلیبی آٹھ سال کی کوشش کے باوجود افغانستان کو بھی کنٹرول نہیں کر سکے، جس کے وسائل انتہائی قلیل ہیں، تو کس طرح امریکی پاکستان کے خلاف حملے کے متحمل ہو سکتے ہیں جبکہ افغانستان میں موجود امریکی افواج کے لیے خوراک اور ایندھن پاکستان سے گزر کر جا رہا ہے۔ کس طرح؟ کس طرح؟ امریکی دھمکیوں کا جھوٹا ہونا ہر باخبر شخص پر واضح ہے۔ پس ایک شخص دیکھ سکتا ہے ایک طرف تو امریکہ عالمِ اسلام کی مضبوط ترین ریاست یعنی پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا ڈراوا دیتا

ہے، گویا کہ پاکستان محض مکھی ہے، اور دوسری طرف امریکہ اس پر اصرار کرتا ہے کہ صرف پاکستان ہی امریکہ کو افغانستان کی دلدل سے نکال سکتا ہے۔

وہ فتح یاب گروہ جس کا رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا ،ان بہادر مسلمانوں پر مشتمل ہوگا جو اسلامی ریاست اور اس کی افواج کے سرکردہ لوگوں میں سے ہوں گے۔ اور اِس دور میں جب کوئی اسلامی ریاست موجود نہیں تو یہ وہ بہادر مسلمان ہیں جو اُس اسلامی ریاست کے قیام کے لیے کام کر رہے ہیں جس کی افواج دشمنوں پر فتح حاصل کریں گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کرے۔ یہی وہ ریاستِ خلافت ہوگی جو اللہ کے اذن سے رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ کئی بشارتوں کو پورا کرے گی، خواہ وہ یہودیوں سے قتال اور ان کی شکستِ فاش ہو، یا روم کی فتح ہو یا قیامت سے قبل عیسیٰ علیہ سلام کا استقبال ہو ،جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا کہ جب عیسیٰ علیہ سلام آئیں گے تو اس وقت اسلامی ریاست اپنے امام کے ساتھ موجود ہوگی۔

اِس رمضان ہم ایک دوراہے پر کھڑے ہیں: یا تو ہم خوف کا شکار ہو کر اُس تمام کو قبول کرلیں جو یہ ایجنٹ حکمران کر رہے ہیں اور کفار کے تسلط سے پیدا ہونے والے نتائج کے سامنے سرنگوں ہو جائیں، اور اس کے بدلے ہماری دنیا وآخرت برباد ہو جائے۔ یا پھر ہم بھرپور طریقے سے ان غدار حکمرانوں کو ہٹانے کے لیے متحرک ہوں اور ان مخلص مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کریں جو ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے کوشش کر رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں ہماری ماضی کی شان وشوکت واپس آ جائے جب امتِ مسلمہ دنیا کی عظیم ترین قوم تھی اور اس کی ریاست دنیا کی مضبوط ترین ریاست ہوا کرتی تھی۔

اے اہلِ قوت! اے افواجِ پاکستان کے مسلمانو!

اسلامی سرزمین میں ان شہداء کا خون جذب ہے جنہوں نے ہر دور میں اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے لیے کفار کے خلاف اپنی جان قربان کی۔ اگر آپ کے یہ بہادر اسلاف نئے علاقوں کو اسلام کے لیے نہ کھولتے کہ جس کے نتیجے میں لاکھوں لوگ مسلمان ہوئے تو ہم میں سے بہت سے لوگ مسلمان نہ ہوتے۔ اس ماہِ رمضان، جو ماضی میں فتوحات در فتوحات کا مہینہ ہوتا تھا، ہم آپ سے سوال کرتے ہیں: آج کون صلاح الدین ایوبی بنے گا کہ وہ آج کے صلیبیوں سے مسلمانوں کو بچائے؟ کیا امریکیوں کے ہاتھوں اتنی ذلت کافی نہیں کہ وہ آپ کو حکم دیتے ہیں اور اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ آپ ان کا کہا مانیں، جب کہ وہ اسی سرزمین پر حملہ کر رہے ہیں کہ جس کا دفاع کرنے کی آپ نے قسم کھائی ہے؟ پس آگے بڑھو اور ریاستِ خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو مدد ونصرت دو اور برطانیہ اور روس کی مانند قبائلی علاقوں کو صلیبی امریکیوں کا بھی قبرستان بنا دو ،اور پوری امتِ مسلمہ کو ایک نئی راہ پر گامزن کر دو۔ اگر اللہ آپ کے ساتھ ہے تو پھر آپ کو کسی چیز سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اور اللہ کی راہ میں اٹھایا جانے والا کوئی قدم رائیگاں نہیں جاتا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾

''تم ہمت مت ہارو اور دشمنوں کو صلح کی طرف مت بلاؤ، جبکہ تم بالا دست ہو۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا''

(محمد: 35)

☆☆☆

مہران نیول بیس پر حملہ امریکہ کا پاکستان کی خودمختاری پر ایک اور حملہ

کراچی کی سب سے محفوظ سڑک شاہراہ فیصل پر واقع انتہائی حساس علاقے مہران بیس پر اچانک درجن کے لگ بھگ دہشت گردوں کا حملہ اتنا ہی ناقابل یقین ہے جتنا امریکہ کا 2 مئی کو 150 کلومیٹر پاکستانی علاقے میں داخل ہو کر کاکول اکیڈمی ایبٹ آباد کے سائے میں ازخود خفیہ فوجی آپریشن کرنا۔ دونوں واقعات کے بعد فوجی قیادت اس موقف پر ڈٹی ہوئی ہے کہ یہ کوئی سکیوریٹی ناکامی نہیں ہے بلکہ ایسا رات کی تاریکی کے باعث ممکن ہوا۔ کوئی بھی باشعور شخص یہ بات تسلیم نہیں کرسکتا کہ ایسی جگہ جہاں پر پاکستان نیوی کا جدید ترین ائیر فلیٹ موجود ہو وہاں کی سکیوریٹی اس قدر کمزور ثابت ہوگی کہ دہشت گرد اس میں ایسے داخل ہو جائیں جیسے وہ بچوں کے پارک میں داخل ہو رہے ہوں! یہ بات اب پوری امت جانتی ہے کہ فوجی تنصیبات پر حملوں کے پیچھے امریکی ''ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک'' کارفرما ہے جس کا مقصد فوج اور قبائلیوں کے درمیان جنگ کو جاری رکھنا ہے۔ جب تک امریکی فوجی جی ایچ کیو، پاکستان کے فوجی اڈوں اور دیگر فوجی تنصیبات میں دہشت گردی کی جنگ میں تعاون کے نام پر دندناتے پھریں گے، ہماری تنصیبات پر ایسے ہی حملے بدستور جاری رہیں گے۔ کیونکہ افواج پاکستان کے علاوہ صرف امریکی ہی ان تنصیبات سے مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ دہشت گردی کے ان واقعات کے ذریعے پاکستان کے عوام پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' امریکی جنگ نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری جنگ ہے۔ اسی حکمت عملی کا انکشاف امریکی صدر اوبامہ نے دسمبر 2009 میں ان الفاظ میں کیا تھا: **''ماضی میں پاکستان میں ایسے لوگ رہے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ انتہا پسندوں کے خلاف جدوجہد ان کی جنگ نہیں... لیکن پچھلے چند سالوں میں جب معصوم لوگ کراچی سے اسلام آباد تک قتل ہوئے... (پاکستان کی) رائے عامہ تبدیل ہوگئی''**۔ نیز حال ہی میں اخبارات کی زینت بننے والے وکی لیکس اس بات کا ثبوت ہیں کہ موجودہ سیاسی وفوجی قیادت امریکی خوشنودی کے لیے ڈرون حملوں، بم دھماکوں اور قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشنز کے ذریعے اپنے ہی ہم وطنوں کا خون بہانے کی دعوت دے رہی ہے۔ جس طرح ماضی میں جی ایچ کیو پر حملے کو اورکزئی ایجنسی میں فوجی آپریشن شروع کرنے کے لیے جواز بنایا گیا اسی طرح کراچی میں مہران نیول بیس پر حملہ کو قبائلی علاقوں میں کسی نئے فوجی آپریشن شروع کرنے کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اخبارات میں پہلے ہی کرم ایجنسی میں فوجی آپریشن کی تیاریوں کی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ وہ فوج اور اس سے منسلک ادارے جن کی قابلیت اور بہادری سے دنیا کی بڑی طاقتیں پریشان رہتی تھیں آج اس کے ہیڈکواٹر اور اڈوں پر حملے آور ہو رہے ہیں اور اس کی ساکھ داؤ پر لگ چکی ہے۔ حزب التحریر افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران سے یہ سوال کرتی ہے کہ وہ کب تک ذلت ورسوائی کے اس کھیل کو خاموشی سے دیکھتے رہیں گے۔ امت آپ کی طرف دیکھ رہی ہے کہ آپ آگے بڑھیں، ان غدار حکمرانوں کو اقتدار سے ہٹائیں اور خلافت کے قیام کے لیے حزب التحریر کو مدد ونصرت دیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران!

سِول وفوجی قیادت میں موجود غداروں کو ہٹاؤ - کرو فرض پورا، خلافت کو لاؤ

ایبٹ آباد حملے کرنے کے دوران پاکستان کی فضائی اور زمینی حدود کی خلاف ورزی کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے 18 مئی 2011ء کو امریکی ڈیفنس سیکرٹری رابرٹ گیٹس نے کہا کہ ''اگر میں پاکستان کی جگہ ہوتا، تو میں کہہ سکتا تھا کہ میں پہلے ہی اسکی قیمت بھگت چکا ہوں۔ مجھے (یعنی پاکستان کو) ذلیل کیا گیا۔ مجھے یہ دکھایا جاچکا ہے کہ امریکی یہاں آسکتے ہیں اور بلاخوف وخطر کاروائی کر سکتے ہیں۔''

یہ سِول اور فوجی قیادت کی ذمہ داری تھی کہ وہ امریکیوں کے ہاتھوں مزید کسی نقصان سے مسلمانوں کا تحفظ کرنے کے لیے متحرک ہوتے۔ یہ اُن پر لازم تھا کہ وہ اُن تمام امریکی فوجیوں کو ملک سے نکال باہر کرتے، جو جی ایچ کیو (GHQ)، فوجی اڈوں اور دوسری تنصیبات میں گھومتے پھر رہے ہیں، اور آزادی سے وہاں کی جاسوسی کر رہے ہیں اور مختلف کمزوریوں کا کھوج لگا رہے ہیں۔ یہ سِول اور فوجی قیادت کی ہی ذمہ داری تھی کہ وہ امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں اور پرائیویٹ عسکری تنظیموں کو نکال باہر کرتے، جو تنظیمی لحاظ سے کمزور طالبان کی صفوں میں لوگوں کو گھسا کر بم دھماکے اور حملے کرواتی ہیں، جیسا کہ ریمنڈ ڈیوس کے معاملے اور دیگر واقعات سے واضح ہے۔ سِول اور فوجی مقامات پر کیے جانے والے یہ حملے فتنے کی فضا پیدا کرنے کے لیے ہیں تا کہ قبائلی علاقوں میں امریکی صلیبی جنگ کو حق بجانب ثابت کیا جاسکے۔ لیکن مسلمانوں کے تحفظ کے لیے تمام ضروری اقدامات اُٹھانے کی بجائے سول وفوجی قیادت میں موجود یہ غدار امریکہ کے دفاع کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، کہ کسی طرح عوام اور پاکستان کی مسلح افواج میں موجود آپ جیسے مخلص افسران کے غم وغصے کو ٹھنڈا کیا جائے۔ اِس لیے یہ اتنی حیرانی کی بات نہ تھی کہ 22 اور 23 مئی کو کراچی میں مہران نیول ائیر بیس پر حملے کے دوران مسلمان ایک بار پھر اپنے لوگوں کی لاشیں گنتے رہے۔ اور یہ بات عین متوقع ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کو مزید ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ امریکی کرم ایجنسی اور شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لیے پاکستان کی مسلح افواج پر مسلسل دباؤ ڈال رہے ہیں۔

مزید برآں اِن غداروں کی غداری نے امریکیوں کو دیدہ دلیر بنادیا ہے۔ امریکی صدر اوبامہ نے 22 مئی 2011ء کو یہ کہتے ہوئے پاکستان پر مزید حملوں کی نوید سنائی: ''ہم نے کسی بھی اور جگہ کی نسبت پاکستان کی سرزمین پر سب سے زیادہ دہشت گرد قتل کیے ہیں... تاہم ابھی مزید کام کرنا باقی ہے'' آج امریکی بالکل اُسی طرح بات کر رہے ہیں جیسے ماضی میں اِیسٹ انڈیا کمپنی اسلامی برصغیر پر قبضہ کرنے سے قبل بات کیا کرتی تھی کہ اُسے اپنے تجارتی مفادات کے تحفظ کے لیے مضبوط آرمی کی ضرورت ہے۔ 22 مئی 2011ء کو امریکی ڈیفنس سیکرٹری رابرٹ گیٹس نے اس خطے میں ایک مضبوط امریکی فوج کی ضرورت کے لیے یہ جواز پیش کیا ''تجارتی رستوں اور توانائی کی ترسیل کی حفاظت کے لیے اور آئندہ کے کسی دشمن کو ایسے غلط اندازے لگانے سے پیشگی روکنے کے لیے، جو کئی مرتبہ جنگ کا باعث بن جاتے ہیں''۔

اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران! اِن غداروں کو پاکستان، مسلم علاقوں، مسلمانوں اور اسلام کی کوئی پرواہ نہیں۔ اِن کی پہلی اور واحد ترجیح اپنے ذاتی مفادات کا تحفظ کرنا اور اپنے آقا امریکہ کی حمایت کو اپنے لیے برقرار رکھنا ہے۔ یہ غدار آپ کے ارادوں کو متزلزل کرنے کے لیے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امریکہ کے بغیر تو مسلمان فاقوں مرجائیں گے، تا کہ آپ لوگ کسی طرح اُن کی غداری کو قبول کر لیں۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ امریکہ کے بغیر دراصل یہ غدار اپنی ذاتی دولت سے محروم ہو جائیں گے اور امریکہ امتِ مسلمہ کے بے حساب وسائل لوٹنے کی قابلیت کھو بیٹھے گا، جبکہ امت تو امریکہ کے بغیر سکھ کا سانس لے گی اور اس کی خوشحالی لوٹ آئے گی۔

اور وہ قرضے جو امریکہ اور مغرب کی طرف سے پاکستان کو دیے جاتے ہیں تو ان کی اصلیت یہ ہے کہ یہ مغربی سودی قرضے نہ تو ہمارے لیے امداد ہیں اور نہ ہی ہمیں فائدہ پہنچاتے ہیں بلکہ یہ قرضے ایک معاشی بوجھ اور ہمارے استحصال کا ذریعہ ہیں۔ سود کی وجہ سے پاکستان جیسے درجنوں ممالک قرض کی اصل رقم کئی بار واپس کرنے کے باوجود بدستور قرضوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ مزید برآں یہ قرضے ایسی شرائط سے مشروط ہوتے ہیں جو اس ملک کی معیشت کا گلا گھونٹ دیتی ہیں، چنانچہ ملکیتِ عامہ جیسے انرجی، معدنیات، نیز ٹیکسوں اور کرنسی سے متعلق شرائط کے نتیجے میں بنیادی ضروریات کی چیزوں کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافے اور شدید افراطِ زر کی وجہ سے ایک ملک اپنی اصل معاشی صلاحیت کو استعمال میں لانے سے محروم رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ وسائل کے حامل مسلم ممالک کی حیثیت یہ ہو چکی ہے کہ مغرب ''ترقی پذیر'' دنیا کہہ کر ان کا تمسخر اڑاتا ہے، اگرچہ یہ سرمایہ دارانہ قرضے اُنہیں کبھی بھی ''ترقی یافتہ'' نہیں بننے دیں گے۔

جہاں تک غداروں کا تعلق ہے تو یہ ایک کھلا راز ہے کہ پچھلے پچاس سال کے دوران یہ غدار قرض اور ٹھیکوں میں سے فنڈز کو ہڑپ کرتے رہے ہیں، اور اس خیانت میں امریکہ کی مرضی بھی شامل ہوتی ہے۔ یہ حقیقت اقتدار میں آنے سے قبل اور اقتدار چھوڑنے پر ان کی ذاتی دولت میں ہوشربا اضافے سے نہایت واضح ہے۔ تو کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اِس نام نہاد معاشی امداد کو مسترد کیا جائے اور اسلام کو نافذ کیا جائے اور امتِ مسلمہ کی اصل طاقت کو بروئے کار لایا جائے؟ وہ امتِ مسلمہ کہ جس کے موجودہ وسائل کے سامنے مغربی اقوام کے وسائل کچھ حیثیت نہیں رکھتے اور وہ امتِ مسلمہ جو اسلام کے نفاذ کی وجہ سے دنیا میں ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک واحد معاشی سپر پاور تھی۔

اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران! یہ جھوٹے غدار آپ کے سامنے اس بات کا بھی دعویٰ

کرتے ہیں کہ پاکستان امریکہ کے ساتھ فوجی اتحاد کیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دراصل یہ غدار امریکہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، جبکہ پاکستان کی ترقی تو امریکہ سے نجات حاصل کرنے سے ہی ممکن ہے۔ مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننا پاکستان کے لیے محض تباہی وبربادی کا باعث بنا ہے۔ پاکستان کی معیشت کو دسیوں ارب ڈالر کا نقصان اُٹھانا پڑا، لاکھوں کی تعداد میں لوگ بے گھر ہوئے یا پھر اُنہیں نقل مکانی کرنا پڑی، ہزاروں کی تعداد میں فوجیوں کے ساتھ ساتھ کئی ہزار عام لوگ بھی اِس جنگ کا لقمہ بن گئے۔ گویا دشمن تو پاکستان پر پہلے سے ہی حملہ آور ہے! اور جہاں تک امریکہ سے ملنے والی فوجی ٹیکنالوجی کا تعلق ہے تو امریکہ یہ ٹیکنالوجی صرف اُسی قدر فراہم کرتا ہے کہ ہم بہر حال اس کے مرہونِ منت رہیں اور وہ کبھی بھی ایسی ٹیکنالوجی فراہم نہیں کرے گا کہ جس کے بل بوتے پر مسلمانوں کی مسلح افواج امتِ مسلمہ کے حقیقی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے آزادانہ قدم اٹھا سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ پاکستان کو 25 سال پرانے F-16 طیارے فراہم کرتا ہے جبکہ اوبامہ کا نمائندہ جان کیری اپنے سٹیلتھ ہیلی کاپٹر، جو ایبٹ آباد میں تباہ ہو گیا تھا، کا ملبہ تک واپس لے گیا، اور توجیح یہ پیش کی کہ امریکہ کو ڈر ہے کہ کہیں چین اِس ٹیکنالوجی کو حاصل نہ کر لے حالانکہ چین کے پاس ایسی ٹیکنالوجی پہلے ہی موجود ہے۔ حقیقت میں اسے خوف مسلمانوں سے ہے کہ کہیں وہ یہ ٹیکنالوجی حاصل نہ کر لیں!!

جہاں تک امریکہ کے غیض وغضب کا سامنا کرنے کی بات ہے تو استعماری کفار ظاہری طور پر مضبوط نظر آتے ہیں لیکن وہ اندر سے نہایت کمزور اور بزدل ہیں۔ اُن کے پاس جدید ہتھیار تو ہیں مگر بہادر لوگوں کی کمی ہے۔ بہادر لوگوں کے بغیر یہ ہتھیار مسلم امت کے سامنے غیر مؤثر ہیں کہ جس امت کے ہتھیار اپنے دشمنوں کے ہتھیاروں سے یکسر مختلف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ گزشتہ دس سالوں سے افغانستان میں انتہائی قلیل ہتھیاروں سے لیس مجاہدین کا سامنا کر رہا ہے لیکن پھر بھی وہ افغانستان پر اپنا قبضہ مستحکم نہیں کر پایا اور اب وہ فوجی انخلاء اور مذاکرات کی راہ اپنانے پر مجبور ہو چکا ہے۔ اگر صرف پاکستان ہی اپنی فوجی مدد سے ہاتھ کھینچ لے، امریکہ کو مہیا کردہ فوجی اڈوں کو بند کر دے اور افغانستان میں امریکی فوجیوں کو جانے والی سپلائی لائن کاٹ دے تو امریکہ کی اصل طاقت بے نقاب ہو جائے گی۔ مزید برآں امریکی قوم جن کا مطمع نظر صرف یہی زندگی ہے، کیا یہ قوم ایک گرتی ہوئی معیشت کے ہوتے ہوئے افغانستان میں موجود اپنے ایک لاکھ فوجیوں کا شدید نقصان، یا اپنے تیل کی سپلائی کی بندش یا پھر بحیرہ عرب میں اپنے تجارتی جہازوں پر حملوں کو برداشت کر پائے گی؟ اور کیا امریکہ اللہ پر ایمان رکھنے والی اور ایٹمی قوت کی حامل دنیا کی چھٹی بڑی فوج سے لڑائی مول لینے کی طاقت رکھتا ہے؟ یہی وجہ تھی کہ 11 مارچ 2009ء کو چیئر مین امریکی جوائنٹ چیفس آف سٹاف ایڈمرل مائیکل مولن سمیت اوبامہ انتظامیہ کے اہم عہدیداروں کے سامنے اپنی پریزینٹیشن کے دوران 'افغانستان اِنٹرایجنسی پالیسی ریویو' کے چیئرمین بروس رِڈل نے کہا کہ ہم نے پاکستان پر حملہ آور ہونے کی انتہائی آپشن کو بھی سامنے رکھا اور ظاہر ہے کہ اِس آپشن کو فوراً مسترد کر دیا کیونکہ ایک ایسے ملک پر حملہ کرنا جس کے پاس درجنوں ایٹمی ہتھیار ہوں پاگل پن سے بھی آگے کی چیز ہے۔ اور اس پر سب نے اتفاق کیا۔

اے محترم افسران، کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ اِن غداروں کو ہٹا کر امریکہ کے ساتھ اِس نام نہاد اتحاد کو ختم کر دیا جائے اور اِس کی جگہ خلافت کو نافذ کیا جائے؟ وہ خلافت جو ماضی میں بین الاقوامی سیاست اور عالمی فیصلوں میں بنیادی کردار ادا کیا کرتی تھی، جس کی فوج کو ناقابلِ تسخیر سمجھا جاتا تھا اور جس کا سامنا کرنے سے اس وقت کے شہنشاہ اور بادشاہ گھبرایا کرتے تھے۔ یہ خلافت توپوں سے لے کر تارپیڈو تک تمام ہتھیار خود تیار کرتی تھی، جن کا اپنے زمانے میں کوئی ثانی نہ تھا۔ اور مستقبل قریب میں رونما ہونے والی خلافت بھی مسلمانوں اور اسلام کے تحفظ کے لیے آزادانہ فیصلے کرے گی، کیونکہ خلافت فوجی ساز وسامان کے حوالے سے دوسروں پر انحصار نہیں کرے گی بلکہ ایسی طاقتور انڈسٹری کھڑی کرے گی کہ جس کی وجہ سے مسلمان ایک بار پھر فوجی ٹیکنالوجی میں دنیا کی قیادت کریں گے۔

اے افواجِ پاکستان میں موجود مخلص افسران! آج، تیونس سے لے کر انڈونیشیا تک اور سوڈان سے لے کر ازبکستان تک پوری امت، اسلام اور اسلامی ریاستِ خلافت کا مطالبہ کر رہی ہے۔ خلافت کا قیام ہی وقت کی ضرورت ہے جو امتِ مسلمہ کو دنیا میں سب سے زیادہ وسائل کی حامل واحد ریاست میں تبدیل کر دے گی۔ اِس وقت جب آپ لوگ مسلمانوں کی اہانت، کسمپرسی اور تباہی وبربادی کو دیکھ رہے ہیں، تو دوسری طرف اُمتِ مسلمہ بھی مسلمانوں کی سب سے زیادہ طاقتور مسلح افواج کے مخلص افسران ہونے کی بنا پر آپ کی طرف دیکھ رہی ہے، کہ آپ ہی وہ لوگ ہیں جو پاکستان کو ریاستِ خلافت کا نقطۂ آغاز بنا سکتے ہیں۔ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ ظالم امریکہ جس نے شمالی امریکہ سے لے کر شمال مشرقی ایشیا تک اقوام کو تباہی وبربادی سے دوچار کیا ہے، کو اس کی اصل وقعت تک پہنچایا جائے اور اسے تاریخ کے سیاہ کوڑے دان میں پہنچا دیا جائے، جیسا کہ روم اور فارس کی جابر سلطنتوں کے ساتھ ماضی میں ہو چکا ہے۔ کیا یہی وہ وقت نہیں کہ یہ امت بنی نوع انسان کی قیادت کے طور پر اپنا اصل منصب سنبھال لے جیسا کہ ماضی میں ایک ہزار سال تک اسے یہ مقام حاصل تھا، وہ اسلام کے لیے علاقوں کو فتح کرتی تھی اور لوگوں کو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے ظلم سے نجات دلاتی تھی۔ کیا آپ یہ عظیم سعادت حاصل نہیں کرنا چاہیں گے جو اُس دن آپ کے مرتبے کو بلند کرے گا جس دن آپ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونگے۔ چنانچہ اسلام کے نفاذ کے لیے اور ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے لیے حزب التحریر کو مدد ونصرت دیں، جو ظالموں کو سزا دے گی اور مومنوں کے دلوں کو راحت پہنچائے گی۔

﴿قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ﴾

''ان سے لڑو، اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا''

(التوبہ: 14)

1 رجب 1432ھ — حزب التحریر

3 جون 2011ء — ولایہ پاکستان

☆☆☆

فلسطین، عراق اور سوڈان علیحدگیِ جنوب سے متعلق اسلامی مسائل

ہم اس مضمون میں ان مسائل پر حزب التحریر کا نقطہ نظر پیش کریں گے۔

عرب دنیا میں مسلمانوں کے مسائل (فلسطین، عراق، سوڈان علیحدگیِ جنوب)

ا۔ فلسطین:

درج ذیل وجوہات کی بنا پر فلسطین کا مسلمانوں کے مابین ایک بڑا مرتبہ ہے۔

ا: یہ پہلا قبلہ اور تیسرا حرم ہے جس کو مسلمان کے عقیدے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ سُبْحَانَ الَّذِىْ أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الأَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهُ ﴾

”پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے“۔ (الاسراء: 1)

۲۔ یہ اسلامی سرزمین ہے جس کے اوپر خلیفہ عمر بن الخطابؓ کے دور میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح بخشی۔ اور اب یہ قیامت تک اسلامی سرزمین ہی رہے گی۔ اگرچہ اس پر دشمن کا بار بار قبضہ رہا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس کو آزاد کرائیں جیسا کہ پہلے صلیبیوں سے کرایا تھا۔

۳۔ یہ مغرب سے آنے والے استعماری دشمنوں کے مقابلہ میں اسلام کا حفاظتی قلعہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فلسطین پہلی صلیبی جنگوں میں انکی مخالفت کا نشانہ بنا رہا۔ مسلمانوں نے کبھی بھی صلیبیوں کو ان علاقوں میں نہ قبول کیا اور نہ تسلیم کیا بلکہ ان کے وجود کے خلاف طویل المدت جہاد لڑا جو ایک صدی تک جاری رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب کیا اور فلسطین صلاح الدین ایوبی (رحمة الله عليه) کے ہاتھوں 14 ربیع الآخر 583ھ کو جنگِ حطین میں آزاد ہوا۔ وہ یہی جنگ ہے جس میں صلاح الدین نے صلیبیوں کی طاقت کو ختم کیا۔ اور اس کے ۴ مہینے بعد 27 رجب 583ھ بمطابق 2 فروری 1187 عیسوی کو بیت المقدس بھی آزاد کرایا۔ اور پھر ایک صدی سے بھی کم عرصہ بعد 24 رمضان 658ھ بمطابق 1268 کو Bayber اور Qutz کی سربراہی میں مملوکوں نے عین الجلوت کے مقام پر منگول کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اور فلسطین کا مقام واپس لیا اور الشام کی سرزمین بھی اسلام کے لئے موڑ دی۔ جب فرانس جس کا لیڈر نپولین تھا 1798ء میں مصر پر حملہ آور ہوا جو اس وقت فلسطین کا حصہ تھا تو مسلمانوں نے اس کا دفاع کیا اور ان کا سخت مقابلہ کیا اور ان کو بری طرح پسپا کر دیا۔ یہاں تک کہ مسلمان عثمانی خلافت کے اواخر میں بہت کمزور تھے اسکے باوجود انہوں نے اپنی زمین کا دفاع کیا۔ ان کے خلیفہ عبدالحمید ثانیؒ نے اسے لاکھوں کے سونے کے مقابلے میں دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے ان کے دیے گئے سارے لالچ اور پیشکشوں کو رد کر دیا اور انہیں ان سنہری الفاظ کے ساتھ جواب دیا: ”فلسطین میری ذاتی زمین نہیں بلکہ یہ امت کی زمین ہے۔۔۔ میرے لئے اپنے جسم میں خنجر گھونپنا آسان اور فلسطین کو ریاست خلافت سے علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔۔۔“۔

لہٰذا فلسطین مسلمانوں کی زمین ہے اور اس کا مسئلہ ایک بڑا اسلامی مسئلہ ہے جس کی آزادی کی ذمہ داری تمام مسلمانوں پر آتی ہے۔

فلسطین کے خلاف پہلی جنگ عظیم کے بعد کی سازشیں:

جب برطانیہ نے جنرل ایلن بائے کی سربراہی میں 1917ء میں پہلی جنگ عظیم کے اواخر میں فلسطین پر قبضہ کیا اور وہ القدس میں داخل ہوا تو اس نے کہا: ”صلیبی جنگیں اب ختم ہوئی ہیں“۔ اس کے دماغ میں 1270ء کی آٹھویں صلیبی جنگ تھی جس میں برطانیہ کو فلسطین پر حملہ میں شکست ہوئی تھی۔ Allenby شاید یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہم یہ رہے۔ ہم نے آٹھویں صلیبی جنگ کی شکست کو فتح میں بدل لیا۔

پھر برطانیہ نے Balfour کے 2 نومبر 1917ء کے اعلان کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تیاری شروع کی۔ Aurthur Balfour وزیر خارجہ تھا جس نے فلسطین میں یہودی علاقہ آباد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ بلاد اسلامیہ پر خصوصاً بلاد اسلامیہ کے قلب فلسطین پر پچھلی صلیبی جنگوں کے مقابلہ میں یہ ان کی انتہا تھی۔ اپنی برتری کے دور میں برطانیہ نے عرب حکمرانوں کے ساتھ مل کر جو برطانیہ کے ایجنٹ تھے یہودیوں کو فلسطین میں آباد کرنے کے لیے حالات تیار کرنے کے لیے کام کیا۔

برطانیہ اپنے مفادات پر مبنی اس سیاسی کھیل میں مصروف تھا اور 1937ء میں اس نے ایک بل کمیٹی بھیجی تا کہ وہ فلسطین کو مختلف کمیٹیوں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں مصروف رکھے اور اپنے مقاصد کے لئے قابل قبول بنائے۔ ساتھ ہی وہ انتہا پسند یہودیوں کو تربیت دیتے رہے اور انہیں مسلح کیا اور سرکاری زمینیں دیں اور ساتھ ہی ساتھ سرکاری اور غیر سرکاری ایجنسیاں بنا کر تیار کر رہا تھا۔ یہ سب عرب حکمرانوں کی ان غداری پر مبنی کوششوں کے علاوہ تھا جو فلسطینیوں کو ان کے سر پر منڈلانے والے خطرے کے بارے میں کشمکش میں ڈال رہی تھیں۔ پھر 1947ء میں، 9 اکتوبر 1947ء کی قرارداد نمبر 181 کے تحت فلسطین کو برطانیہ، امریکہ اور روس کی مدد سے تقسیم کر دیا۔ 15 مئی 1947ء، برطانیہ نے فلسطین سے نکلنے کا اعلان کرتے ہوئے فلسطین میں ایک یہودی ریاست بنانے کا اعلان کیا، جس کی استعماری قوتوں نے تصدیق کی۔ عرب حکمرانوں نے فلسطینیوں کی کسی قسم کی حقیقی مدد کرنے کو نظر انداز کیا۔ اس کے برعکس انہوں نے اپنی فوجوں کے اوپر موثر برطانوی کمانڈ رکھ کر انہیں جنگوں کی تیاری کے لیے روانہ کیا۔ اور برطانیہ نے یہودی کی مدد کی تا کہ وہ قرارداد میں منظور شدہ اپنے حصہ سے زیادہ قبضہ میں لے سکے۔

لہٰذا برطانیہ نے ہر وہ تیاری کی جو فلسطین میں ایک یہودی ریاست ”اسرائیل“ بنانے کے لیے ضروری تھا۔ اور اس ریاست کو تقویت دینے کے لیے اس نے ایک بڑی فتح کا ڈرامہ رچایا جس میں سات عرب ممالک کو شکست ہوئی جو فلسطین کو آزادی دینے کے نام پر فلسطین میں داخل ہوئیں تھی جبکہ ان کا اصل مقصد یہاں پر یہودیوں کو قدم جمانے میں مدد دینا تھا۔ یہ برطانیہ کا پہلا اقدام تھا کہ وہ لبنان کی طرح ایک سیکولر ریاست بنائے جس میں مسلمان، عیسائی اور یہودی بستے ہوں لیکن اصل طاقت یہود کے پاس ہو۔ اور فلسطینی محض چند وزارتوں میں حصہ لے سکیں۔

پھر یہ ریاست برطانیہ ہی کی تیار شدہ عرب لیگ میں شامل ہوئی۔ یہ سب برطانیہ کی چال تھی جس کا تھوڑا سا ذکر 1939ء میں جاری کیے گئے ایک white paper میں ہوا۔

برطانیہ اور اس کے حکمرانوں نے یہودیوں کو اس خطے میں سیکولر قوم کی بنیاد پر دوام دینے کے لیے مدد اور بھاگ دوڑ جاری رکھی۔ اردن کے ساحل بھی اس ریاست کے ساتھ شامل کیے گئے تا کہ وہ علاقہ میں قدم جما سکیں اور اردن اور یہودی ریاست کے

درمیان جنگ کو روک سکیں۔جس کو مستقبل میں فلسطین میں ایک سیکولر جمہوری ریاست میں شامل کیا جائے گا اور جس سے اردن کے مخصوص تعلقات ہوں۔ برطانیہ کا فلسطین کے مسئلے کو حل کرنے کا ایجنڈا 1950 کی دہائی کے اواخر تک جاری رہا۔جب امریکہ علاقے میں اپنی پوری طاقت کے ساتھ ایک اور ایجنڈا لے کر داخل ہوا، جو کہ یہودیوں کے مفاد کا تحفظ تھا یعنی فلسطین میں دو ممالک کا نظریہ۔ فلسطین کے بڑے حصے پر ایک مضبوط اور موثر یہودی ریاست اور ایک کمزور اور نہتی فلسطینی قوت جو باقی ماندہ فلسطین پر بالکل ایک میونسپل اتھارٹی کی طرح ہو۔اس ایجنڈے پر 1959ء میں Eisenhower کے دور کے آخر میں کام شروع کیا گیا جو برطانیہ کے مقابلے میں اس منصوبہ پر بہت تیزی سے عمل پیرا تھا۔ Eisenhower's terms کا خاتمہ شروع ہوا۔اب ایک سیکولر ریاست ایک بھولا ہوا نظریہ تھا سوائے چند گوروں کے جو اسی کے گن گاتے تھے اور اس کو واپس لانے کی کوشش کر رہے تھے۔اب امریکہ کا دو ریاستوں کا ایجنڈا ہی واحد موضوع بحث تھا۔

اس پراجیکٹ کو مکمل کرنے کے لئے 1964ء میں پہلی عرب سمٹ کانفرنس میں Palestine Liberation Organisation(PLO) بنانا پہلا قدم تھا جس کا مقصد ایک فلسطینی شخصیت کو فلسطین کے نام پر آواز اٹھانے کے لئے آگے لانا تھا۔ جو ایجنڈہ کے مطابق یہودی ریاست کے ساتھ معاملات طے کرے گی۔عرب حکمران اس رائے پر دو فریقوں میں تقسیم ہو گئے کہ فلسطین میں ایک سیکولر ریاست قبول کریں یا دو ریاستی نظریہ۔اصل میں یہ تقسیم اس بات پر تھی کہ برطانیہ یا امریکہ میں سے کس کے ساتھ وفاداری کی جائے۔ لہٰذا اردن نے برطانوی مفاد کے لیے آواز اٹھائی جبکہ مصر امریکی ایجنڈہ پر عمل پیرا ہو گیا۔اور اسی طرح اور ممالک بھی۔اس کے بعد فلسطین کا مسئلہ اس بنیاد پر زیر بحث نہیں تھا کہ اسے یہودیوں کے قبضے سے مکمل آزاد کیا جائے اور یہودی ریاست کے غاصبانہ تسلط کو ختم کیا جائے۔ بلکہ فلسطین کا مسئلہ یہودی ریاست کی بقاء کے زاویے سے زیر بحث رہا جس کو فلسطین پر کنٹرول حاصل ہو، چاہے ایک سیکولر ریاست کی حیثیت سے ہو یا دو ریاستوں کے نظریہ کی شکل میں ہو۔اور پھر 1967ء میں برطانیہ نے ایک ڈرامائی جنگ کروائی تاکہ پورے فلسطین کے اوپر یہودی قبضہ کی ایک ناقص صورتحال بنائے اور نتیجتاً ایک سیکولر ریاست بنائے۔

اردن کی فوج مغربی سمندری کنارے سے پیچھے ہٹی۔شام کی فوجیں Golan Heights سے اور مصری فوج (Suez)canal کے مغربی حصے سے واپس ہو گئی۔ان سب کے باوجود برطانیہ اپنا ایجنڈا پورا نہیں کر سکا۔ کیونکہ فلسطین کے زیادہ تر حصے پر یہودیوں کے لیے ایک الگ یہودی ریاست کا امریکی ایجنڈا، بہت سے یہودی سیاسی لیڈروں کو پسند آیا۔انہوں نے کھلم کھلا اس بات کی تشہیر کی اور اپنی توجہ اس اندیشے پر مرکوز کی کہ فلسطینیوں اور یہودیوں کے لیے ایک سیکولر ریاست میں فلسطینیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے یہودی متاثر ہوں گے چاہے اس کے حکمران یہودی ہوں۔

پھر 1973ء میں امریکہ نے جنگ بھڑکا دی جس کا مقصد اپنے ایجنڈے کے مطابق امن کی کوششوں کو شروع کروانا تھا۔اور وہ اس مقصد میں کامیاب بھی ہوا۔انہوں نے انوار سادات سے یہودیوں کے ساتھ مذاکرات اور یہودی ریاست کو تسلیم کرنے کا اعلان کروایا۔سادات نے حملے سے بھی خطرناک بنیاد پر اپنی بات کا جواز پیش کیا اور کہا کہ ہم 1973ء کی جنگ میں کامیابی اور طاقتور کی حیثیت سے مذاکرات کریں گے نہ کہ کمزور کی حیثیت سے۔اصل میں اس کے برعکس ہونا یہ چاہیے تھا کہ مصر کی بہادر فوج کی فتح سے حکومت کا حوصلہ بڑھتا اور وہ فلسطین کی آزادی کے بارے میں سنجیدگی اختیار کرتی اور یہودیوں کے وجود کا خاتمہ کرتی۔

اس کے بعد خطے میں برطانیہ کے ایجنڈے پر عمل درآمد کم ہو گیا اور امریکہ کا ایجنڈا موثر ہو گیا۔عرب لیگ نے 1974ء میں اپنی رباط میں منعقدہ کانفرنس میں اعلان کیا کہ وہ فلسطین کی واحد اور باقاعدہ نمائندہ ہے۔ پس اس نے عرب ممالک کے کندھوں سے فلسطین کی آزادی کی ذمہ داری اتار دی۔لہٰذا فلسطین کا مسئلہ صرف فلسطینیوں کا مسئلہ بن کر رہ گیا۔ جبکہ انہوں نے پہلے ہی فلسطین کے مسئلہ کو اسلامی مسئلے سے کم کر کے عرب مسئلہ تک محدود کر دیا تھا۔

پھر الجیریا کانفرنس 1988ء میں عرب لیگ نے اعلان کیا کہ وہ دو ریاستی نظریہ کو قبول کرتی ہے۔اس کے بعد بہت سے سمجھوتے اور معاہدات بہت تیزی سے طے ہوئے۔اور 1990ء کی خلیج جنگ کے بعد امریکہ تمام متعلقہ فریقوں بشمول یہودی ریاست کے میڈرڈ کانفرنس میں اکٹھا کرنے کے قابل ہوا۔اور فلسطین کے ساتھ یہودی ریاست کو قائم کرنے کے اصل اصول طے کر سکا۔اب پیش رفت مزید تیز ہو گئی اور یاسر عرافات نے PLO اور یہودی ریاست ''اسرائیل'' کے درمیان 1993ء میں Oslo Accord پر دستخط کیے۔پس PLO نے اپنا اثر کھو دیا۔اور اس کے لیڈر فلسطین میں اپنے آپ پر یہودی قبضے کو تسلیم کرتے ہوئے اور یہودی ریاست سے چھوٹے اور بے مطلب سے معاملات منوا کر داخل ہوئے۔

امریکہ اپنے اس سیاسی ایجنڈے پر بہت تیزی سے عمل پیرا ہو گیا کہ فلسطین کی ریاست کو ایک کمزور اکائی میں تبدیل کر دے جس کا نہ کوئی اختیار ہو اور نہ کوئی خودمختاری۔یہ پالیسی جارج بش سینیئر، بل کلنٹن، بش جونیئر کے دور میں جاری رہی اور اب امریکی صدر بارک اوبامہ کی صدارت میں بھی یہی پالیسی جاری ہے۔اور اس سیاسی دوڑ کے ہر قدم پر یہودی اپنے تسلط اور جسامت کو بڑھا رہے ہیں جبکہ فلسطینی ریاست مسلسل چھوٹی اور کمزور ہوتی جا رہی ہے۔

پس امریکہ وہ غالب کھلاڑی ہے جو جہاں چاہے چلا جائے، جس کی بات سنی اور مانی جاتی ہے۔امریکہ نے علاقے کو اپنے دو بڑے مقاصد پورے کرنے میں لگا دیا ہے:

اول: اس وقت کے ولی عہد اور موجودہ سعودی بادشاہ عبد اللہ بن عبدالعزیز کی تجویز (عرب منصوبہ)۔یہ منصوبہ 2002ء کے بیروت میں منعقدہ عرب سمٹ میں منظور ہوا۔اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ مغربی ساحل(West Bank)اور غزہ میں فلسطین کی ریاست قائم کرنے کے بدلے عرب ممالک اسرائیل کے ساتھ تعلقات اجتماعی طور پر معمول پر لے آئیں۔

دوم: 2003ء کا روڈ میپ جو امریکہ نے عراق پر حملے کے لیے بہروپ کے طور پر تیار کیا تھا۔ یہ بین الاقوامی طور پر منظور ہوا جو پہلے ہی سیکیورٹی کے غلط تصور کو جگہ دے چکے تھے۔اس کو چار جماعتی بین الاقوامی ٹولے نے اپنایا جس میں دفاعی پہلو کا رنگ واضح تھا۔ فلسطینی ریاست یہودی ریاست کے ایک دفاعی آلے تک محدود ہو گئی۔

2004ء میں یہودی ریاست کے وزیر اعظم Sharon نے امریکہ کے ساتھ مل کر ایک منصوبہ بنایا۔جس میں غزہ کی پٹی سے یک طرفہ طور پر فوج واپس بلانے کی بات کی گئی تاکہ اس کو محاصرے اور تباہی کے لیے زیادہ سامنے لایا جائے اور فلسطینی حکومت کو غزہ کی پٹی اور مغربی ساحل میں تقسیم کیا جائے۔لہٰذا اب ساری بحث اس حد تک فتح اور حماس

کے درمیان مفاہمت پر آ گئی کہ یہ اصل مسئلہ سے زیادہ اہم مسئلہ بن گیا۔

بارک اوبامہ کے حکومت میں آتے ہی امریکہ کے ذاتی مسئلے جیسے معاشی بحران اور فوج کا عراق اور افغانستان میں پھنس جانے کو اہمیت دی گئی۔ امریکہ اپنے مسئلوں کے حل میں زیادہ مصروف رہا اور دوسرے مسائل میں زیادہ دلچسپی نہیں لے رہا تھا، خاص کر نام نہاد مشرقِ وسطیٰ کے مسئلے کو۔ اب وہ فلسطین اور یہودی ریاست کے مابین تناؤ کو برقرار رکھنا چاہتا تھا اور اب ان دونوں کو فضول اور بے مقصد مذاکرات میں مصروف رکھنا چاہتا تھا جنہیں براہ راست مذاکرات (direct negotiation) کہا گیا اور جب کبھی مذاکرات ناکام ہوتے تو مذاکرات بالواسطہ (Indirect) کئے جاتے۔ ان مذاکرات کا مقصد فلسطین اتھارٹی کو یہودی ریاست کے ساتھ مذاکرات میں تب تک الجھائے رکھنا تھا جب تک وہ اپنے مسائل کو حل نہ کرلیں اور یہ سب ابھی تک ہورہا ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ امریکہ مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں سنجیدہ ہے اور یہ کہ یہودی ریاست امریکہ کے کنٹرول سے نکل چکی ہے تو یہ غلط اور دھوکہ میں ڈالنے والی باتیں ہیں۔ امریکہ نے یہودیوں کی طاقت اور زندگی کی تمام ڈوروں کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ چاہے وہ اسلحے کی سپلائی ہو یا معاشی تعاون۔ یہودی اپنے طور پر اکیلے خود انحصار نہیں ہیں۔ یہ لوگ ماضی میں فرانس اور برطانیہ کی پشت پناہی کے بل بوتے پر قائم رہے اور اس کے بعد اب تک امریکہ کے۔ یہ بالکل ویسے ہیں جیسے قرآن میں فرمایا گیا:

﴿ إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنْ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ ﴾

''کہیں اللہ کے ذمہ یا انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے''۔ (آل عمران:112)

ان کا اللہ سے تعلق ختم ہو چکا ہے اور اب صرف یہ انسانوں کے زور پر قائم ہیں۔ اور اگر امریکہ سنجیدہ ہوتا تو یہ کبھی بھی اس کی کسی طرح کی نافرمانی نہ کرتے۔

پس عرب حکمران اور فلسطینی نمائندے ایک مسلسل ابتر ہوتے ہوئے چکر میں پھنسے رہے اور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے امریکہ کے ساتھ بالخصوص اور مغرب کے ساتھ بالعموم اپنی امیدیں لگائی رکھیں۔ بیسیوں سال ہو گئے اور صورت حال خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے۔ اور ان حکمرانوں نے اپنی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور انہوں نے ان قوموں کو اپنا ثالث بنایا ہوا ہے گویا وہ غیر جانبدار ہوں حالانکہ یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ انہی ممالک نے اسرائیل کو بنایا اور اس کو تمام ضروریات زندگی مہیا کیں۔

﴿ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْماً وَعُلُوّاً فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾

''انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔ اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا''۔ (النمل:14)

یہ ایک صریح اور واضح سیاسی گمراہی ہے بلکہ یہ ایک سیاسی سازش ہے جس میں وہ مسئلہ کو حل کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھے۔ یہ ایک بہت بڑا جرم ہے کہ فلسطین کا مسئلہ اس نہج پر آ گیا جہاں یہ آج ہے۔ یعنی ہر حوالے سے یہودی ریاست کے مکمل کنٹرول میں ہے۔

درحقیقت بنیادی مسئلہ فلسطین کو اسلامی عقیدہ سے الگ کرنا تھا۔ اور پھر اسے اسلامی مسئلہ سے کم کر کے عرب مسئلہ بنایا گیا اور پھر فلسطین کا مسئلہ محض فلسطینیوں کا مسئلہ بنا دیا گیا۔ اور پھر اسے دو حصوں میں غزہ کی پٹی اور مغربی سمندری کنارہ میں بانٹ دیا۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ یہ ایک اسلامی عقیدے سے متعلق مسئلہ ہے اور اسکی قطعی اجازت نہیں کہ اس پر کوئی سمجھوتہ کیا جائے یا اسے فلسطینی عوام پر چھوڑ دیا جائے اور حکومت آہستہ آہستہ یہودیوں کے حوالے کر دی جائے۔

اس مسئلہ پر حزب التحریر کا موقف وہ ہے جو اسلام ہمیں بتاتا ہے، یعنی:

ا۔ فلسطین کے حوالے سے تمام استعماری اور سازش پر مبنی ایجنڈوں کو رد کرنا، یعنی ہم white paper کے تحت پرانے برطانوی منصوبہ کو بھی رد کرتے ہیں جو کہ لبنان کی طرز پر ایک سیکولر فلسطینی ریاست بنانا تھا جس میں اتھارٹی یہودی، عیسائی اور مسلمانوں میں بٹ جائے لیکن اصلی طاقت یہودیوں کے پاس ہو۔ اور شروع ہی سے فلسطینی عوام، عیسائی اور مسلمان چھوٹے عہدے سنبھال لیں۔ اسی طرح امریکہ کے ایجنڈے کا بھی انکار کرنا کہ فلسطین میں دو ریاستیں بنائی جائیں۔ ایک طاقتور یہودی ریاست جو فلسطین کے زیادہ حصے پر اور باقی بچے علاقے پر کمزور فلسطینی ریاست ہو۔

یہ دونوں اللہ، اسکے رسولؐ اور ایمان والوں کے ساتھ غداری ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں کی افواج کو حرکت میں لانا، پہلے ان کو حرکت میں لانا جو فلسطین کے قریب ہیں اور پھر دور کی افواج کو چاہے تمام مسلمانوں کی افواج کو حرکت میں لانا پڑے۔ اور ان افواج میں اہلیت رکھنے والوں کی نشاندہی کرنا کہ وہ فلسطین پر قابض یہودی ریاست سے لڑیں، اس کو ختم کریں اور پورے فلسطین کو دارالاسلام میں شامل کر دیں چاہے اس کے لیے لاکھوں مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑے۔ کیونکہ فلسطین جس کی مٹی میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ، ان کے تابعین، مجاہدین اور فاتحین کے خون کی آمیزش ہے مسلمانوں سے اس کے علاوہ اور کوئی حل قبول نہیں کرتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ ﴾

''لہٰذا جو تم پر دست درازی کرے، تم بھی اسی طرح اس پر دست درازی کرو''۔ (البقرة:194)

﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے''۔ (التوبة:36)

﴿ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ ﴾

''اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے''۔ (البقرة:191)

﴿ وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾

''اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے''۔ (الحج:40)

۳۔ یہودی ریاست کے ساتھ کوئی امن نہیں کیونکہ اس ریاست کا قیام ہی شرعاً ناجائز تھا اور امن کا مطلب ہے کہ اسلامی سرزمین کو خیر آباد کہہ دیا جائے جو اسلام میں منع ہے، حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے اور بڑا جرم ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے ساتھ حالت جنگ میں رہا جائے چاہے مسلم ممالک کے غیر شرعی حکمران ان کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدے کر چکے ہوں یا نہیں۔

۴۔ حزب جو کہ خلافت کو قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے مسلسل امت کو دعوت دے رہی ہے کہ وہ حکمرانوں پر دباؤ ڈالے کہ وہ اپنی افواج کو حرکت میں لائیں اور ان لوگوں کو جو لڑنے کی طاقت رکھتے ہیں کہ وہ یہودیوں کے اثر کو ختم کریں اور فلسطین سے ان کو نکال باہر کریں۔ جیسا نبیؐ نے خیبر میں کیا۔

اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو خلافت اسلامیہ کی افواج

کا فلسطین کی طرف پیش قدمی کرنا دور نہیں اور انشاء اللہ ایسا ضرور ہوگا۔

﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ☆ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾

''اور وہ دن ہوگا جبکہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اللہ نصرت عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے، اور وہ زبردست اور رحیم ہے''۔

(الروم:5-4)

۲۔عراق:

عراق انبیاء کی سرزمین ہے اور تہذیبوں کا گہوارہ ہے۔ اس کو مسلمانوں نے عمر بن الخطابؓ کے دور میں فتح کیا جو کہ 12ھ سے 23ھ (بمطابق 644-634ء) تک جاری رہا۔ یہ ایک اہم سرزمین اور عباسی خلافت کے دور میں صدیوں تک دارالخلافہ رہا۔

عراق جغرافیائی طور پر خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور یہ مشرق میں ایران، انڈیا اور ایشیائی ممالک کا دروازہ تصور کیا جاتا ہے۔ یہ خلیج سے بھی جڑا ہوا ہے، جو کہ دنیا سے تعلق کا آبی راستہ ہے۔ عراق شام کا جڑواں ملک اور بجیرہ نما عرب (Arabian Peninsula) کا پھیلاؤ ہے۔ عراق کی سرزمین پر دو دریا بہتے ہیں یعنی دجلہ و فرات جو کہ اس کے وسیع میدانی علاقہ کو زرخیز اور بار آور بناتے ہیں۔

عراق عثمانی خلافت کا بھی حصہ رہا پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۷ء تک جب برطانوی فوج نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور ۱۹۲۰ء میں اسے برطانوی علاقہ قرار دیا گیا۔ تب سے برطانیہ کا عراق پر حکمرانوں کے ذریعے سے، جو اس نے عراقی عوام کی مخالفت کے باوجود بٹھائے ہیں، فوجی، سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر کنٹرول ہے۔ برطانیہ کا عراق پر لمبے عرصے تک کیلئے کنٹرول رہا اور وہ وہاں تین bases بھی بنا چکا ہے۔

جب دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ اپنی نیند سے جاگا، اس نے عراق کے تیل پر برطانوی راج ختم کرنے کے لئے کام شروع کردیا۔ اور پیٹرول کی بڑھتی ہوئی اہمیت کی وجہ سے امریکہ کے عراق میں برطانیہ کے تسلط کو ختم کرنے کے لئے انقلاب کی کوشش کی۔ اور ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کی دہائیوں میں امریکی برطانیہ مسئلے کو بڑھاوا ملا۔ اور ۱۹۵۸ء میں آخر کار امریکہ اس نظام حکمرانی کو ختم کرنے میں کامیاب ہوا اور ایک Militry coup کے ذریعے، جو عبدالکریم قاسم اور عبدالسلام عارف نے کیا تھا، ایک جمہوری ریپلک آف عراق بنالیا۔ جب امریکہ کو سرد جنگ کے دوران پتہ چلا کہ عبدالکریم قاسم سویت یونین اور عراق کمیونسٹ کے ساتھ ہے، تو اس نے ۸ فروری ۱۹۵۸ء کو عبدالسلام عارف سے اس کے خلاف coup کروایا۔ جس کی عبدالناصر نے طرفداری کی۔ یہ ایک صاف نشانی ہے اور علی صالح السعدی نے coup کے بارے میں لکھا۔ ''ہم امریکہ کی ریل پر بیٹھ کر حکمرانی میں آئے''۔ بادشاہ حسین نے محمد حسنین کو الحرم اخبار انٹرویو میں بتایا کہ ''۸ فروری کو عراق میں جو بھی ہوا وہ امریکی انٹیلیجنس کی وسعت سے ہوا''۔

۱۳ اپریل ۱۹۶۶ء کو عبدالسلام عارف ایک ہوائی جہاز کے گرنے سے مرگیا اور اس کا بھائی عبدالرحمٰن عراق کا صدر مقرر کیا گیا۔ لیکن عبدالرحمٰن کی شخصیت کمزور تھی اور اس لئے عراق کی حالت بہت بری ہوگئی۔ اسی لئے برطانیہ کو موقع مل گیا کہ وہ جولائی ۱۹۶۸ء کو احمد حسن البکر اور اسکے ڈپٹی صدام حسین کی قیادت میں coup کروا کر عراق میں اپنا اثر رسوخ پھر سے لے آئے۔

برطانیہ Khomeini کے انقلاب سے پریشان تھا، برطانیہ کی جگہ صدام حسین ایران کے ساتھ جنگ میں رہا، اور یہ سمجھ گیا تھا کہ امریکہ اسے گلف سے نکالنا چاہتا ہے جیسا کہ اس نے suez سے نکالا۔ امریکہ کا کردار شاہ، ایک برطانوی ایجنٹ، کو نکالنے میں اسکی فوج میں غداری کروانا اور انقلاب کو ختم کرنے میں غیر جانبداری برطانیہ کو ظاہر تھی۔ یہ جنگ آٹھ سال جاری رہی جس میں مسلمانوں کا خون بہا اور ان کی افواج کو اور معاشی معدنیات کو صرف امریکہ اور برطانیہ کے فائدے کیلئے ختم کیا گیا۔ ۱۹۹۰ء میں صدام نے کویت پر قبضہ کیا اور برطانیہ کے کہنے پر ایک اور جنگ شروع کردی جو اسکی فوج کو اور سکیورٹی کو پر اثر بنانا چاہتی تھی اور علاقے میں صدام حسین کو ایک بہادر شخص دکھانا چاہتی تھی تاکہ برطانیہ علاقے میں مضبوط ہو اور برطانیہ، امریکہ کے ساتھ، گلف کے تیل اور اثر و رسوخ میں اپنی حصہ داری کو یقینی بنائے۔

امریکہ نے صدام کے کویت حملے اور گلف میں فوجی مداخلت، جس کا وہ بڑے عرصے سے انتظار کررہا تھا، کا فائدہ اٹھایا تاکہ وہ تیل اور حکمرانوں کو کنٹرول کرے۔ اس نے تیس بیرونی ممالک کے بین الاقوامی اتحاد کو اکٹھا کیا، جس میں زیادہ تر عرب کے امریکی ایجنٹ حکمران تھے، اور عراق کو کویت سے نکالنے کے لئے عراق پر جنگ مسلط کردی۔ امریکہ صدام کو گرانے اور عراق پر قبضہ کرنے کے قریب تھا لیکن برطانیہ کے صدام حسین کے گرنے کے خلاف ہونے کی بنا پر امریکہ ایسا کرنے سے باز رہا اور اسی پر اکتفا کیا کہ وہ عراق کے گرد محاصرہ کرتے ہوئے عراق کو عسکری، سیاسی اور معاشی طور پر کمزور کردے۔ ساتھ ہی ساتھ امریکہ نے عراق کو خلیجی ممالک کے لئے خوف کے طور پر استعمال کیا اور اپنی فوجیں پورے خلیج میں پھیلادیں۔ امریکہ نے اقوام متحدہ اور پڑوسی حکمرانوں کے ذریعے ۲۰۰۳ء تک یہ محاصرہ جاری رکھا اور پھر اس نے ''weapons of mass destruction'' کا بہانہ بنا کر عراق پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ استعماری خصلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، جب برطانیہ کو اندازہ ہوا کہ وہ ماضی کی طرح صدام کو نہیں بچا سکتا تو اس نے اپنا حصہ لینے کے لئے امریکہ کا ساتھ دیا۔ پھر برطانیہ اور امریکہ کی فوج نے عراق پر حملہ کردیا اور صدام کی حکومت کو گرادیا اور تیل پر کنٹرول حاصل کر لیا۔ اب عراق colonialists کے کنٹرول میں آ گیا جس کی رہنمائی امریکہ کررہا تھا۔

عراق پر جنگ امریکہ کی پرانی چال کا پہلا قدم اور نئے سیاسی بنیادی مقصد، کہ امریکہ کو دنیا میں سب سے طاقتور رکھا جائے اور دوسرے ممالک پر امریکہ کا کنٹرول ہو، کا حصہ تھا۔ اگر ضرورت ہو تو چاہے یہ فوجی طاقت اور بین القوامی قوانین یا UN کی مرضی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یہ ایجنڈا سویت یونین کے اختتام پر، ۱۹۹۲ء میں پینٹاگون میں، تیار کیا گیا۔ جب ڈک چینی ڈیفنس سیکٹری تھا۔ یہ پراجیکٹ ۱۹۹۷ء میں تیار ہوا جس میں نئی صدی کو ''نئی امریکی صدی'' کہا گیا۔ اس کے چیف آرکیٹکٹس میں Donald Ramsfeld, Dick cheney اور Paul Wolfwitz شامل تھے۔ یہ دشمنانہ پالیسی ۲۰۰۰ء میں منظر عام پر آئی۔ اس میں ناپسندیدہ حکومتوں پر بحث ہوئی ہے، امریکہ کے شمالی یورپ میں فوجیں بھیجنے کے لحاظ سے، شمالی اور جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ، معدنیات کو کنٹرول کرنے اور امریکی مفادات کے لئے نیوکلیر اسلحے کو استعمال کرنے سے متعلق بات ہوئی ہے۔

طاقت کے نشے میں امریکہ کا 9/11 کے بعد Georg Bush Jr نے امریکہ اور دنیا کی رائے عامہ کو تیار کرنے کی خاطر، عراق پر weapons of mass destruction کا جھوٹا الزام لگایا اور عراقی حکومت کی دہشت گردی کے خلاف مشکلات اور جمہوریت کے کرپٹ مغربی افکار کو علاقے میں پھیلایا۔ لہٰذا جھوٹ کا جال بچھا کر، جھوٹے بیانات دے کر، ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے اور میڈیا کے

ذریعے عراقی جنگ کو justify کیا۔اپریل ۲۰۰۳ء کو عراق پر قبضہ ہوا۔اپنی کمزوری اور اسلامی عقیدے سے دوری کی وجہ سے عراقی حکومت جلدی ختم ہوگئی۔

امریکہ کو یقین تھا کہ وہ بغیر مقابلے کے جلدی قبضہ کرلے گا۔لیکن بہادر مسلمانوں نے اس قبضے کے خلاف حیران کن مقابلے سے امریکہ کی بے عزتی کی اور سخت مخالفت سے 'سپر پاوٴر' امریکہ کی طاقت کو توڑ دیا۔اور اسکی ملٹری superiority اور جدید اسلحہ مخالفین کے سامنے ٹوٹ گیا، جو نہ اچھی چالیں چلنے والے تھے اور نہ ہی لمبے عرصے تک مادی ضروریات پوری کرسکتے تھے لیکن ہمت اور یقین میں بہت اچھے تھے۔یہ سب Najaf,Falujah اور دوسرے عراقی شہروں میں واضح ہو چکا ہے جہاں امریکی فوج مسلمانوں کی بہادری دیکھ کر خوف زدہ ہوگئی۔اور وہاں کی تباہی اور خراب صورتحال سے نکلنے کی کوشش اس بات کی صاف گواہی دیتی ہے۔اور پھر وہ UN اور نیٹو اور ایجنٹ حکمرانوں کے سائے میں پناہ ڈھونڈنے لگے تاکہ فوج کے قتل عام کو روکا جاسکے اور فوج کے اندر خوف کو کم کیا جاسکے۔امریکہ نے پھر عراق میں اپنے ایجنٹ کو اتھارٹی، خاص کر ملٹری مشن اور سیکیورٹی میں، دینا شروع کردی۔اس نے یہ law administration کے تحت کیا۔عراقی کنسٹیٹیوشن اور صوبائی اور پارلیمانی الیکشن کے ذریعے امریکی فوج نے کچھ آئینی تحفظ حاصل کیا اور اپنا اصلی اور غلیظ چہرہ، جو کہ قبضہ تھا، کو چھپا لیا۔اور ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنی مستقل فوج کی موجودگی کو سیکیورٹی معاہدے کے تحت محفوظ کرلیا۔پھر اس نے تیل کی چوری شروع کردی اور شیعہ، سنی جھگڑے کروا کر عراق کی بنیادیں کمزور کرنے لگا تاکہ عراقی مسلمانوں کے دلوں پر حملہ کرسکے، اس امید کے ساتھ کے وہ ایک دوسرے کے ساتھ الجھتے رہیں۔وہ اس میں کسی حد تک کامیاب ہوا لیکن اس کے باوجود اسکی مخالفت کمزور نہیں ہوئی بلکہ اور مضبوط ہوگئی۔پھر امریکہ نے دوسرے جرائم شروع کردئے، جیسا کہ عوام کا قتل کرنا اور اپنے مقبوضہ علاقوں میں ان کے گھروں کو ختم کرنا، ابوغریب جیل میں امریکہ نے اتنے برے طریقے استعمال کیے کہ جنگل کے جانور کو بھی شرم آجائے۔اور اسکی گری ہوئی معاشرت اور corrupt values کا اصلی چہرہ ظاہر ہوگیا۔

امریکہ نے مختلف طریقے سے اور مذہبی اختلاف کے غلط استعمال کی پالیسی اختیار کی۔اور اس نے عوامی مسجدوں کو، بازاروں کو اور لوگوں کے اکٹھے ہونے کی جگہوں کو بم سے اڑانا شروع کردیا۔اس کے لئے اس نے امریکی mercenaries جیسے بلیک واٹر اور اس جیسے دوسرے ادارے اور ایجنٹوں کے ذریعے، جنہیں وہ "Death Squad" کہتا ہے، دھماکے کروائے اور جنگ کو جاری رکھا۔دوسری طرف اس نے کچھ مخالفین کے ساتھ بات چیت کا دروازہ بھی کھول دیا اور ایران اور شام کی مدد لی تاکہ mahdi militias کو برقرار رکھے اور مختلف قبیلوں کو جرائم روکنے کے بہانے سے اکٹھا کرے۔تب سے کچھ shiite اور kurdish، جو صدام کے قیدی تھے، امریکہ کی campaign کا حصہ ہیں۔اور امریکہ نے انہیں حکمرانی دی جس کی وجہ سے کچھ سنّی، جو حکمرانی چاہتے تھے، غصے میں آگئے۔تب امریکہ نے نئی پالیسی بنائی جس میں سنی، کچھ قبیلوں اور مخالفین کا حصہ رکھا اور اتھارٹی ان میں تقسیم کردی۔امریکہ اپنا پروگرام جاری رکھے ہوئے ہے تاکہ وہ اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھے اور اپنے مقاصد پورے کرے اس کے لئے وہ اپنے عراقی ایجنٹ اور پڑوسی ملکوں کی مدد پر انحصار کررہا ہے۔

امریکہ کا عراق پر قبضہ کرنے کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

۱۔عراق کے پاس بہت تیل ہے اس لئے اس تیل کو کنٹرول کرنا، جو کہ لازماً 115 بیلین بیرل ہے جو دنیا کا ۱۱ فیصد تیل ہے اور امریکہ کے ذخائر سے چار گنا بڑا ہے۔لیکن ماہرین کے نزدیک عراق کے تیل کے ذخائر تقریباً 350 بیلین بیرل ہیں اس کے علاوہ عراقی تیل کا میعار بہت اعلیٰ ہے اور اسے نکالنا باقی جگہوں کی نسبت سستا پڑتا ہے۔ایک بیریل پٹرول کو نکالنے کا خرچہ تقریباً ایک ڈالر ہے۔

۲۔عراق کی طاقت کو ختم کرنا کیونکہ وہ خطرہ بن گئی تھی اور امریکہ کو ڈر تھا کہ کہیں یہ اسلام کو فائدہ نہ دے دیں اور خلافت قائم نہ کرلیں کیونکہ عراق میں خلافت کے لئے بڑی سنجیدگی سے کام ہو رہا تھا۔

یہ عراق کی حقیقت ہے اور امریکہ کی پالیسی جو وہاں کے عوام کو ختم کرنا چاہتی ہے اور کرپشن کرنا چاہتی ہے۔اور اس کے ظالمانہ حکومت سے، جو کہ اصل میں کرپٹ ہے، مغربی مقاصد پورے کرنا چاہتا ہے۔

حزب عراق پر امریکی تسلط کے بارے میں پہلے دن سے واضح رائے رکھتی ہے۔حزب نے سب سے پہلے اس حل کی دعوت دی کہ یہ ضروری ہے کہ امریکہ کے خلاف فوج کو حرکت میں لایا جائے اور اس کے ساتھ یہودی ریاست کی طرح حربی ریاست کے طور پر معاملات طے کیے جائیں۔Aman میں پریس کانفرنس میں حزب نے فوج کو جہاد کے لئے پکارا اور ساتھ ہی ساتھ جو قابلیت رکھتے ہیں انہیں فوج میں شامل کرنے کے لئے دعوت دی تاکہ وہ مغرب کی طرف یہودیوں سے لڑ کر فلسطین آزاد کرائیں اور مشرق کی طرف امریکہ اور برطانیہ اور ان کے اتحادیوں سے لڑیں تاکہ عراق کو آزاد کرائیں۔حزب نے حملے کے پہلے دن سے یہ حل دیا تھا۔جب کہ صدام حکومت میں تھا اور حزب اب بھی وہی بات کررہی ہے۔یہ اس کے علاوہ بات ہے کہ صدام خود حزب سے لڑا اور بہت سوں کو شہید کیا۔اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ان کو torture کیا۔لیکن جب شریعت کی بات آتی ہے تو ہم اپنے ذاتی مسئلے اس میں نہیں لاتے۔بلکہ امت کے لئے دشمنوں سے لڑتے وقت ذاتیت کی کوئی اہمیت نہیں۔

اسی طرح حزب امریکہ اور عراق میں موجود اس کے اتحادیوں کے منصوبوں کے بارے میں واضح موقف رکھتی ہے۔حزب ان تمام سیکورٹی معاہدات کے خلاف ہے جو حکومت نے ۲۰۰۸ میں امریکہ کے ساتھ کیے اور حزب عراق کی تقسیم کے بھی خلاف ہے اور کسی فرقہ وارانہ اور دھڑے بندی پر مبنی تقسیم کا یکسر انکار کرتی ہے، کیونکہ عراق سب مسلمانوں کی زمین ہے چاہے سنی ہوں یا شیعہ، عرب، kurd یا ترک ہوں، سب بھائی ہیں اور امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔کافر جو عراق میں رہ رہے ہیں وہ مسلمانوں کے تحت حفاظت سے رہیں گے۔جس کی مسلمانوں پر ذمہ داری ہے۔ان کی زندگی، عزت اور مال کو نقصان پہنچانے سے منع کیا گیا ہے، اس سب کی حفاظت ہوگی، جیسے مسلمانوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت ہوتی ہے۔

وہ خلافت جس کو قائم کرنے کے لئے حزب امت مسلمہ کے ساتھ کوشاں ہے، کے پاس یہ صلاحیت ہوگی کہ وہ عراق کے مسلمانوں کو اکٹھا کرے اور انھیں سیاسی اسلامی نظریہ میں ملادے، جہاں کوئی تفرقہ بازی، قومیت یا سیکولر تقسیم نہ ہوگی۔بلکہ اسلامی عقیدہ ہی مسلمانوں کو مل جل کر رہنے کی طاقت دے گا۔اور اسلامی نظام حکمرانی عوام کے مسئلوں کو حل کرے گا، چاہے وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں، اس انصاف کے ساتھ کے کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو۔

موجودہ صورتحال میں عراق میں روزانہ ہی ہزاروں سیاسی مسئلے کھڑے ہوجاتے ہیں جو امریکہ کو موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ God Father کا کردار ادا کرے۔لیکن یہ سارے مسائل آسانی سے حل ہو سکتے ہیں اگر عوام کے روزانہ کے مسائل کو اسلامی قوانین سے حل کیا جائے، جو قوانین ان کی زندگیوں کو جائز و مساواتی بنیادوں پر تحفظ فراہم کریں۔

یہ اسلامی قوانین خلافت کا مطالبہ کرتے ہیں جس کا پہلا کام امریکہ اور باقی غاصبوں کی موجودگی کو ختم کرنا ہوگا اور عراق کو دوبارہ خلافت کا طاقتور حصہ بنانا ہوگا جو ایک باوقار ریاست ہوگی۔

﴿ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

''اور عزت تو صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول ﷺ کے لیے اور مومنوں کے لیے مگر منافقین (اس حقیقت کو) جانتے نہیں ہیں''۔ (المنافقون: 8)

۳۔ سوڈان ''جنوب'':

سوڈان ایک پرانی اسلامی زمین، جہاں اسلام ۳۱ھ کو داخل ہوا، عبداللہ بن ابی Serah کے ذریعے، جو کہ عثمانؓ کے دور خلافت میں مصر کے والی تھے اور سوڈان اور مصر (جہاں پہلے اسلام آ چکا تھا) دونوں ایک صوبہ بن گئے۔

یہ Strategic اعتبار سے ایک اہم ملک ہے۔ یہ Redsea coast پر ہے اور ۹ افریقن ممالک اسکے قریبی پڑوسی ہیں۔ یہ زرعی طور پر بہت امیر ملک ہے۔ اسکی زمین زرخیز ہے اور معدنیات اور تیل کے بھی بڑے ذخائر پائے جاتے ہیں۔ ۱۸۹۸ء میں برطانیہ نے اس پر حملہ کیا جبکہ یہ مصر کا حصہ تھا اور اس پر اور مصر پر اپنی اتھارٹی بنالی۔

برطانیہ نے سوڈان کو مصر سے، ۱۹۵۶ء میں اپنی فوج نکالنے سے پہلے، آزادی کے نام پر الگ کیا۔ مصر کے حکمران جمال عبدالناصر نے اس آزادی کو قبول کیا اور تصدیق کی۔ یہ موجودہ دور کا مسلمانوں کی سرزمین کو تقسیم کرنے کا پہلا جرم تھا۔

اس کے جنوب میں بڑی تعداد میں بے تحاشا معدنی وسائل ہیں جس میں تیل بھی شامل ہے۔ جس پر بڑی کمپنیاں مقابلہ کر رہی ہیں اور خاص طور پر اس کی زمین زرخیز ہے۔ سوڈان کا جنوب 700000 sq kms پر پھیلا ہوا ہے۔ جس کی آبادی 8 million سے زیادہ نہیں جس میں سے ۱۸ فیصد مسلمان ہیں، ۱۷ فیصد عیسائی اور باقی لوگ pagan ہیں۔ جنوبی سوڈان کا مشرقی پڑوسی Ethiopia، مغرب میں وسطی افریقن ریپبلک (central african republic) اور جنوب میں کینیا، کونگو اور یوگانڈا ہیں۔

۱۹۸۲ء میں برطانیہ نے پلان بنایا کہ وہ جنوب کو شمال سے علیحدہ کر دے اور اس مسئلے پر زور دیا کہ جنوب کو seal کر دیا جائے تا کہ جنوب کی عوام کو شمال سے الگ کیا جائے اور جنوب کی ایک علاقائی فوج بھی بنالی، جو برطانیہ کے افسروں کے تحت کام کرتی ہے۔ تب سے برطانیہ نے جانتے بوجھتے ہوئے سوڈان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی کوشش شروع کر دی: ایک حصہ عرب مسلمانوں پر مشتمل ریاست جو کہ شمال میں ہو اور دوسرا حصہ عیسائی-pagan ریاست جو کہ جنوب میں ہو۔ اور بعد میں امریکہ نے بھی یہی پالیسی اختیار کی۔ ۱۹۵۶ میں برطانوی فوج کے جانے سے پہلے، برطانیہ نے ۱۹۵۵ء میں جنوبی سوڈان میں انقلاب کی حوصلہ افزائی کی اور اپنے ایجنٹ بٹھائے تا کہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وہ ''ذاتی حکمرانی''، ''آزادی'' اور ''فیڈرل جمہوریت'' کے نام پر برطانیہ کی طے شدہ تقسیم کی پالیسی اپنائیں۔ برطانیہ سوڈان کو اپنے کنٹرول میں کر کے چلا گیا اور یہ کنٹرول دہائیوں تک رہا اور جنوب میں آزادی کا بیج بو دیا اور اس بیج کی نگہداشت کی۔ برطانیہ سے لیکر امریکہ تک جب تک یہ بیج بڑا درخت نہ بن گیا اور اب یہ آزادی اگلے سال کے ریفرنڈم میں امید کی جا رہی ہے۔

دوسرے مسلمان ملکوں کی طرح سوڈان بھی برطانیہ اور امریکہ کے درمیان تنازعات کا گواہ ہے۔ امریکہ جو سوڈان میں ۱۹۶۹ء میں coup کرنا چاہتا تھا جو کے اس کا ایجنٹ Ja'far Al-Numairy کر رہا تھا۔ تب سے امریکہ فوج کے ذریعے کنٹرول کر رہا ہے۔ اور اپنی پالیسی اور جنوب میں آزادی کی مہم John Gerang کے تحت چلا رہا ہے اور جنوب کو الگ کرنے کا اپنا ایجنڈا پورا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر سالوں سیاسی بدحالی، خراب حالات اور بحران کے بڑھنے کی وجہ سے امریکہ نے ۱۹۸۹ء میں عمرالبشیر کے ذریعے ملٹری coup کروایا۔ اور جنوب کی آزادی کو پرامن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کی اور یورپ کو اور برطانیہ کو دوبارہ کنٹرول سنبھالنے سے روکا اور اپنے اثر رسوخ کو جنوب اور شمال میں بڑھایا اور پھر معاملات کو حل کرنے کا سلسلہ سوڈانی حکومت اور عوامی لیبریشن مومنٹ میں شروع ہوگئی۔ اس نے حکومت کو مجبور کیا کہ وہ امریکہ کہ طرز پر اس مسئلے کو حل کرے۔

۲۰ جولائی ۲۰۰۳ء کو گورنمنٹ نے Mishakos Protocol پر دستخط کیے جس کو جنوب کی سوڈان سے آزادی کی طرف خطرناک ترین قدم سمجھا جاتا ہے۔ یہ بین القوامی محنت، جو کے سوڈان کی تقسیم کے لئے تھی، کے نتیجے میں ہوا۔ یہ معاملات کو سلجھانے کی بنیاد بنا۔ اس میں کہا گیا کہ بین القوامی قوانین کے تحت اور مخصوص وقت میں یقین دہانی کرائی جائے کہ معاہدات کے دفعات، جو کہ جنوب کی مستقبل میں ریفرنڈم کے تحت آزادی ہے، پر عمل ہو رہا ہے۔ اپریل ۲۰۰۳ء میں سوڈانی حکومت اور آزادی کی تحریک کے درمیان ملٹری سیکورٹی کا معاہدہ ہوا جو کہ تین آرمی بنانے پر تھا۔ ایک حکومت کی، ایک آزادی کی (جنوب کی) اور ایک متحدہ جو کہ دونوں کی اکٹھی آرمی ہوگی اور اس نے اس پر بھی بات کی کہ ملٹری کے طریقہ کار میں تبدیلی کی جائے۔ اور باقی ضروری باتیں آزادی سے متعلق ہوئیں۔ اس نے دونوں کے درمیان بات چیت کا آغاز کر دیا، جس کے نتیجے میں ۷ جنوری ۲۰۰۴ء کو کنونشن ہوا، جس میں تیل کی تقسیم اور باقی وسائل کی تقسیم پر بات ہوئی۔ دونوں الگ پانی کی سرحد بنائیں، ایک حکومت کے لئے اور دوسرا آزاد جنوب کے کیلئے۔ معاہدات وسائل اور اتھارٹی کی تقسیم کی بنیاد پر جاری رہے جس میں سارے سیاسی، ملٹری، معاشی لحاظ سے بات ہوئی۔ پھرے مئی ۲۰۰۴ء کو سوڈانی گورنمنٹ اور جنوبی متحرکین نے تین معاہدات پر دستخط کئے جس میں تقسیم کو قانونی بنانا اور مرکز سے جنوب اور تین غیر متفقہ علاقوں سے اتھارٹی سنبھالنا، جو کہ Abyei region, South blue nile and Nouba heights ہیں۔ اس معاہدے نے Abyei علاقے پر بھی ریفرنڈم کی بات کی کہ وہ جنوب یا شمال میں شامل ہوگا۔

۲۰۰۹ء کے موجودہ امریکی ایجنٹ حکمران نے SPLM عوامی تحریک کے ساتھ Nevasha accord پر دستخط کئے، جو کہ امریکہ نے بنائی تھی۔ اور جو جنوب کو آزادی کی اجازت دیتا ہے۔ وہ اس میں موجود دفعہ کی وجہ سے، ۲۰۱۱ء میں ریفرنڈم کرنے پر ہے۔ اس پر دستخط کے بعد جنوبی سوڈانی حکومت ۹ جنوری ۲۰۰۵ کی طرح بنی۔ اور یہ سب امریکہ کے کہنے پر ہوا۔ سوڈان کی طاقت سنبھالنے والوں نے اس معاہدے کو تسلیم کر کے بڑا جرم کیا جس نے اسلامی زمین کو تقسیم کیا اور کافروں کو اجازت دی کے وہ مسلمانوں کو کنٹرول کریں۔ جبکہ اللہ نے فرمایا:

﴿ وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلاً ﴾

''اور اللہ نے کافروں کے لیے مسلمانوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہیں رکھی ہے''۔ (النساء: 141)

اس کے علاوہ انہوں نے اس مذہبی تقسیم کو قبول کر کے بری مثال بنادی اور جس کا وزن یہ آخرت میں اٹھائیں گے اور وہ بھی جو ان کے ساتھ تھے۔ کیونکہ اس طرح کی چیزیں سوڈان کے صوبوں کی تقسیم کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس معاہدے کے مطابق ان ایجنٹوں نے امریکہ کے مشورہ پر اپریل ۲۰۱۰ء میں وفاقی اور صدارتی الیکشن کروائے۔ امریکہ

کے پیغام رساں Scott Gration کی محنت اور اسکی سنجیدگی اس تقسیم کو قابل عمل بنانے کی قابل ذکر ہے۔الیکشن کا مقصد جنوب کو قانونی تحفظ دینا ہے ۔ یہی صدر البشیر نے جرمن Derspiegal کو انٹرویو میں جنوب کے علیحدگی سے متعلق، جو کے ۲۴ مارچ ۲۰۱۰ء کو al-sharaq نے کیا، میں کہا کہ ہم مانتے ہیں کہ یہ تاریخی کام،جنوب کی علیحدگی ،صرف قانونی نمائندگان کی وجہ سے ہوئی۔ یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا امریکہ کے Scott Gration،جو کہ Nevasha accord کا بنانے والا ہے اور سوڈان کا خصوصی پیغام رساں ہے، نے Reuters کو ۲۶ مارچ ۲۰۱۰ کے انٹرویو میں کہا’’امریکہ چاہتا ہے کہ اگلے مہینے سوڈان کے الیکشن ہوں اور اس تقسیم کے لئے راہ ہموار ہو۔‘‘

واقعات کے رونما ہونے کی ترتیب یوں تھی کہ الیکشن مقرر کردہ وقت پر ہوئے اور عمر البشیر نے ۲۰ جنوری ۲۰۱۰ کو اپنی الیکشن مہم میں کہا’’ہم وہ پہلے لوگ ہوں گے ،اگر جنوب چاہے تو، جو جنوب کی آزادی کو مانیں گے‘‘۔لہٰذا ۱۱ سے ۱۵ اپریل ۲۰۱۰ تک الیکشن ہوئے ۔ یہ کوئی عام سے الیکشن نہیں تھے کے جس میں کوئی جیتتا ہے اور کوئی مخالفت کرتا ہے بلکہ یہ سوڈان کی تاریخ کے سب سے خطرناک الیکشن تھے جس کا مقصد جنوب کو شمال سے قانونی علیحدگی دینا تھا اور سوڈان کو ایک تہائی وسائل سے الگ کرنا تھا۔ شروع سے آخر تک امریکہ کی کامیابی، تیاری میں، administration میں ، قانونی تحفظ دینے میں اور تصدیق کرنے میں اور حفاظت کرنے کے لحاظ سے ظاہر تھی۔

حزب نے اس کے خلاف تحریک چلائی اور متعدد شباب لیفلٹ تقسیم کرتے ہوئے گرفتار ہوئے، یہاں تک ہی نہیں بلکہ الیکشن کو مختلف طریقے سے مکمل کیا گیا۔ بین القوامی الیکشن کو عوام کے سامنے اگلے سال کے ریفرنڈم کو پہلے قدم کے طور پر پیش کیا گیا۔ تا کہ کہا جاسکے کہ عوام کی گورنمنٹ نے تصدیق کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ایجنسیاں اور امریکہ نے پوری محنت کے ساتھ اس کو سنبھالا۔اور الیکشن کو کامیاب قرار دیا۔انہوں نے الیکشن کے صحیح ہونے پر سنجیدگی دکھائی اس حقیقت کے برعکس کے الیکشن بین القوامی standard پر نہیں ہو سکے۔لیکن پھر بھی کہتے ہیں کہ یہ nevasha معاہدے پر کام کرنے کے لئے کافی ہے۔

یہ باتیں اس کی مخالفت کرتے ہیں:

امریکہ کا خصوصی پیغام رساں Scott Gration نے ۱۳ اپریل ۲۰۱۰ء کو NEC سے میٹنگ میں کہا کہ:’’ مجھے معلومات دی گئی ہیں جن سے میں یہ یقین کرسکتا ہوں کہ یہ الیکشن وقت پر ہونگے اور یہ free and fair ہونگے ، جہاں تک ہو سکے‘‘۔ یہی بات امریکہ کے سابقہ صدر اور carter center کے ڈائریکٹر Jimmy Carter نے ۹ اپریل ۲۰۱۰ کو NEC سے میٹنگ میں کہی کہ وہ چاہتا ہے کہ سوڈان میں الیکشن قابل قبول ہوں۔ بلکہ Carter سوڈان کی عوام اور سیاست کی بے عزتی میں آگے نکل گیا اور کہا’’عراق کی طرح سوڈان میں ابھی امریکہ الیکشن کروا رہا ہے‘‘۔

امریکہ کے سٹیٹ ڈاپارٹمنٹ کا نمائندہ Philip Crowley نے الیکشن کے fair ہونے کا سرٹیفیکٹ جاری کیا جب ۱۳ اپریل کو اس نے کہا’’ہم الیکشن سے خوش ہیں‘‘۔ وہ اس سے بھی آگے بڑھا اور جو اس کے خلاف ہیں ان کو دھمکی دی اور کہا’’اگر کوئی الیکشن کو نہیں مانتا تو اس کی مخالفت اس صورتحال میں دھماکے کی حیثیت رکھتی ہے‘‘۔ یورپ کا نمائندہ Veronique De Keysr، جو الیکشن کو Monitor کر رہا تھا نے ۱۷ اپریل ۲۰۱۰ کی پریس کانفرنس میں کہا کہ اس الیکشن نے بین الوقوامی standard کے لئے کوشش کی۔’’یہ وہاں تک پہنچ نہیں سکا، لیکن پھر بھی اس نے ایک comprehensive پر امن معاہدے کی طرف ایک قدم بڑھایا ہے‘‘۔ بالکل ایسی ہی بات carter نے بھی اسی دن دوسری پریس کانفرنس میں کہی۔’’سوڈان کا الیکشن بین القوامی standard سے تھوڑا کم تھا لیکن زیادہ تر بین القوامی معاشرہ اسے امن معاہدے کی طرف پہلے قدم کے طور پر قبول کرے گا‘‘۔لیکن Jack Rod جو کہ Carter Center کا ممبر ہے نے سوڈانی Al-Hura اخبار کو ۱۷ اپریل ۲۰۱۰ کو بتایا’’امریکہ البشیر کے جیتنے میں سنجیدہ ہے کیونکہ اس کی آزادی معاہدے پر عمل کیلئے ضرورت ہے۔ خاص طور پر جو معاہدے میں باقی ہے، ریفرنڈم کا عمل‘‘۔

لہٰذا ۲۶ اپریل ۲۰۱۰ء کو جب نتیجہ کا اعلان ہوا تو امریکہ کی مدد سے البشیر جیت گیا۔ اس کے بعد Jimmy Carter نے کہا’’سوڈانی الیکشن ۲۰۰۵ کے امن معاہدے کی بقایا clauses کے نفاذ کے لئے ضروری تھے ،حالانکہ یہ بین القوامی Standards پر پورا نہیں اترتے تھے اور ناقدین ان الیکشنز کے سخت خلاف تھے۔ یہ الیکشن اُن کو، جو جنگ سے بکھر گئے ہیں، یہ اجازت دیں گے کہ وہ مستقل امن کی طرف محنت کریں اور اصلی جمہوریت کو تقویت دیں‘‘۔ Los Angeles Times کی رپورٹ کے مطابق اُس نے یہ بات ۲ مئی ۲۰۱۰ کو ایک تقریر میں کہی۔ اس سب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب الیکشن کی صفائی پیش کرنے کے لئے تھا تا کہ گورنمنٹ کی کامیابی کی حفاظت ہو۔ بیشک اگر بین القوامی standard کی خلاف ورزی ہو بس اتنا free and fair ہے کہ Nevasha Accord پر عمل کیا جاسکے جو وہ دعوٰی کرتے ہیں۔

حزب اس پر کہتی ہے کہ جو بھی ہوا اور ہو رہا ہے جنوب کو علیحدہ کرنے میں،صرف صلیبیوں کی چال ہے جو امریکہ سوڈان کے مسلمانوں کے خلاف چل رہا ہے اور خاص طور پر جنوب میں تا کہ وہ اپنے ایجنٹ حکمران سے اور opposition سے ، جو Nevasha Accord کو support کرتی ہے، کے ذریعے حکمرانی کرے جو کہ شریعت کے خلاف ہے۔

اسلامی نظریہ سوڈان، جو اسلامی زمین کا حصہ ہے، اور تمام علاقوں کو اکٹھے کرنے کی طرف بلاتا ہے تا کہ اپنی اصلی زمین سے علیحدہ اور الگ نہ ہو۔ اسلامی زمین کا ایک ہونا فرض ہے ،شریعت کے لحاظ سے، اور مسلمانوں کی تقسیم کا کوئی بھی جواز قابل قبول نہیں۔

حزب التحریر سمجھتی ہے کہ اسلامی سرزمین کے اٹوٹ حصہ کے طور پر جنوبی سوڈان کی حفاظت ضروری ہے اور یہ کہ حزب التحریر درست شرعی نقطہ نظر کے مطابق سوڈان کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنوب کی حفاظت کرے گی، چاہے کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گزر جائے۔اور امریکہ یا جنوب میں موجود امریکہ کے ایجنٹ وہ باغی جو جنوبی حصہ کو اسلامی سرزمین سے کاٹ دینا چاہتے ہیں، حزب التحریر کبھی بھی ان کے آگے نہیں جھکے گی۔ اور حزب اس خطہ میں خلافت کے قیام کی جدوجہد جاری رکھے گی جو انشاءاللہ ضرور قائم ہوگی۔ حزب محض سوڈان کے دو حصوں کو ہی ایک وحدت میں لانے کے لیے کوشش نہیں کرے گی بلکہ اس سے بڑھ کر مصر اور سوڈان کو اور خطہ کے تمام اسلامی علاقوں کو خلافت کے سائے تلے اکٹھا کرے گی۔ اور پھر امتِ اسلامیہ دوبارہ انسانیت کے لیے اٹھائی گئی بہترین امت بنے گی ، اور اسلامی ریاست یعنی خلافت دنیا کی بہترین ریاست ہوگی، اور استعماری اقوام دوبارہ اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جائیں گی، اگر انہیں کوئی ٹھکانہ میسر آیا بھی تو۔

﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ﴾

’’اور اللہ اپنے کام کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں‘‘۔ (یوسف: 21)

☆☆☆

برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کی دوصدیوں تک کفار کے قبضے کے خلاف مزاحمت

مصعب عمیر، پاکستان

امریکی قابضین کی طرح، ماضی میں برطانوی کفار برصغیر پاک وہند پر دوصدیوں تک قابض رہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو زیرتسلط رکھنے کے لیے تین اہم تصورات کو نشانہ بنایا۔ ایک نبوت، جو مسلمانوں کی روحانی طاقت کا باعث تھی دوسرا جہاد جو مسلمانوں کی مادی قوت کا باعث ہے اور مسلمانوں کی وحدت اور سیاسی قوت خلافت جس کی وجہ سے مسلمان ناقابل شکست تھے۔ اور ایک چوتھا تصور ہے نصرہ (مادی مدد) جس کو مسلمانوں نے اپنے دلوں میں بسا لینا ہے اگر آج وہ عملی طور پر تبدیلی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

نبوت: اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَمَا اَرسَلنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلٰكِنَّ اَكثَرَ النَّاسِ لا يَعلَمُونَ﴾

’’اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے‘‘ (سبا:28)

﴿وَمَا اَرسَلنٰكَ اِلَّا رَحمَةً لِّلعَالَمِينَ﴾

’’اور ہم نے آپ (ﷺ) کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔‘‘ (الانبیاء:107)

ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم خاتم النبین اور آخری پیغمبر اور رسول محمد ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ وہ معزز جن ﷺ کو یہ حکم تھا کہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کریں چاہے یہ مشرکین کو برا ہی لگے۔ وہ محبوب جن کو یہ حکم تھا کہ اسلام کی حکمرانی کو قائم کریں اور جہاد کے ذریعے اس کو پھیلائیں۔ وہ فاتح ﷺ جنہوں نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ آپؐ کے بعد ضرور خلافت ہونی چاہیے جو اسلام کے مطابق حکمرانی کرے۔ وہ جنہوں نے مسلمانوں کو موروثی حکومت اور ظلم واستحصال کی حکمرانی کے بعد خلافت کے لوٹنے کی خوشخبری دی، وہ خلافت جو کہ پہلی خلافت کی طرح ہوگی جو نبوتؐ کے نقشِ قدم پر قائم ہوگی۔

نبوت، جہاد، اور خلافت کے تصورات پوری امت میں اور ہر دور میں مسلمانوں کے اذہان اور دلوں میں موجود رہے جو انہوں نے اپنی ایمان والی ماؤں کی گود میں سیکھے۔ برصغیر کے مسلمان بھی دوسرے مسلمانوں سے پیچھے نہیں رہے انہوں نے برطانوی قابضین جنہوں نے مسلمانوں کی حکمرانی کو ختم کیا اور مسلم علاقوں کی دو ریاستوں یعنی ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم کا سامنا کیا اور آج وہ امریکہ کے مدمقابل ہیں جو اس خطے میں اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہا ہے۔

جہاد: مسلمانوں کی برصغیر پر صدیوں پر محیط حکمرانی کو پہلا چیلنج غدار میر جعفر کی سازش کی وجہ سے 23 جون 1757 کو برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوجوں کے ساتھ جنگ پلاسی کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ یہ کمپنی برطانوی سامراج کا برصغیر پر قبضہ کرنے کا ایک منصوبہ تھا جو کہ 1600 میں قائم کی گئی تھی۔ اس کو مسلمانوں کی حکمرانی کو چیلنج کرنے کے لیے 150 سال لگے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے آج کے استعماری امریکہ جیسے ٹائلز کو ہی استعمال کیا۔ 1693 کے آغاز میں حکمرانی میں موجود لوگوں کو سیاسی تحائف دیے جانے کا خرچہ 90000 پاؤنڈز تک پہنچ چکا تھا جیسا کہ آج پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت کی وفاداریاں خریدنے کے لیے امریکہ انکو نام نہاد امداد اور فوجی ٹھیکوں میں اپنا حصہ بٹورنے کی اجازت دیتا ہے۔ برطانوی سامراج نے یہ کہہ کر اپنے قبضے کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی افواج کو بڑھایا کہ وہ اپنے مفادات کو محفوظ کرنا چاہتا ہے جیسا کہ آج امریکہ نے پاکستان میں اپنے فوجی اور جاسوسی کے جال کو قائم کیا ہے۔

مسلمانوں نے اپنی مزاحمت جاری رکھی جن میں سب سے مضبوط مزاحمت میسور کے حکمران ٹیپو سلطان کی طرف سے تھی۔ ٹیپو سلطان نے اپنے تقویٰ اور مہارت کے ذریعے کفار کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا جیسا کہ اُس نے بلیڈ لگے میزائل استعمال کیے جس نے دشمن کی صفوں کو کاٹ ڈالا تھا۔ اس نے سب پہلے 16 سال کی عمر میں 1767 میں دشمن کا مقابلہ کیا پھر 1775-1779، 1779-1784 اور 1789-1792 تک اور 1798-1799 میں جس میں اُس نے شہادت پائی۔ اس کی شہادت کے بعد اس کی بہادری نے مسلمانوں کو اور اس کے بیٹوں کو متحرک کیا جنہوں نے 1806 میں ویلور بغاوت کا آغاز کیا جسکو بڑے ظالمانہ انداز میں کچل دیا گیا اور باغی رہنماؤں کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔

برصغیر پر برطانیہ نہ تو اپنا قبضہ جما سکا نہ اس کو سٹریجک لحاظ سے اہم افغانستان کی سرزمین تک پھیلا سکا۔ 1839-1842 کے دوران برطانیہ کی افواج کو پشتون مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکستوں کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے افغانستان سے برطانوی فوجوں کا انخلاء ہوا۔ مسلمانوں کی اس فتح نے برطانوی قوت اور طاقت کی ساکھ کو مزید نقصان پہنچایا کیونکہ بہترین ٹیکنالوجی اور اسلحے کے باوجود برطانوی فوج مسلمانوں کے عظیم ہتھیار، شہادت کی خواہش، پر قابو نہ پا سکی۔

اِس فتح سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور یہ بات پھیل گئی کہ کمپنی کی حکمرانی 1857 میں سو سال بعد ختم ہو سکتی ہے۔ مسلم عوام حرکت میں آنا شروع ہوگئے۔ مزاحمت کی علامت کے طور پر چپاتی اور گلِ نیلوفر کے پھول برصغیر کے زیادہ تر حصوں میں ایک مشہور جملے کے ساتھ تقسیم ہونا شروع ہوگئے "کہ سب لال ہوگیا"۔ اس اشتعال انگیز ماحول میں برطانوی فوج میں موجود مسلمانوں نے سور کی چربی سے بنے کارتوس جن کو شروع میں دانت سے کاٹنا پڑتا ہے کے استعمال پر بغاوت کردی۔ یہ سپاہی مغل مسلم حکمران بہادر شاہ ظفر سے 11 مئی 1857 کو ملے اور کہا کہ "ہم اپنا ایمان اور دین بچانے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں"۔ سپاہی بعد میں مرکزی چاندنی چوک میں کھڑے ہوگئے اور وہاں اکٹھے لوگوں سے پوچھا کہ "بھائیوں کیا تم ایمان والوں کے ساتھ ہو؟" مسلمانوں نے کفار اور عیسائیوں کے خلاف جہاد کا نعرہ بلند کیا۔ اس جہاد کا مرکز اتر پردیش، بہار، شمالی مدھیہ پردیش اور دہلی تھا یہ وہ علاقے ہیں جہاں سے 1947 میں برصغیر کی تقسیم کے وقت بہت سے مسلمانوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی۔ حالانکہ اِس بغاوت پر 20 جون 1858 میں قابو پا لیا گیا تھا لیکن یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکمرانی کے خاتمے کا باعث بنی جس کے بعد اس خطے پر برطانوی شاہی راج نے براہِ راست حکمرانی شروع کر دی جو کہ "نئے برطانوی راج" کے نام سے جانا جانے لگا۔

خلافت: اس کے بعد برطانیہ نے اپنے قبضے کو قائم رکھنے کے لیے کچھ اور ذرائع کو استعمال کیا۔ 1857 کے جہاد نے برطانیہ کو انتظامی اور معاشی نظام اور فوج کو دوبارہ سے منظم کرنے اور مسلم سپاہیوں کو منتشر کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے ذرائع کے انتخاب میں زیادہ شدت اور زہریلے انداز سے

کام کرنے لگ گئے۔

بالکل اسی طرح جیسا آج امریکہ مسلم علاقوں میں تعلیمی نصاب کو تباہ کرنے میں مصروف ہے اسی طرح برطانیہ نے لوگوں کے دلوں اور اذہان سے نبوت، جہاد، اور خلافت کے تصورات کو ختم کرنے کے لیے ایک جھوٹے مذہب 'قادیانیت' کو تخلیق کیا۔ 23 مارچ 1889 کو مرزا غلام احمد قادیان (اللہ کی لعنت ہو اُس پر) نے یہ جھوٹا مذہب متعارف کرایا۔ اُس نے ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہوئے نبوت کا دعوہ کیا اور اس بات پر اصرار کرتے ہوئے کہ کوئی قتال نہیں اس نے جہاد کا انکار کر دیا اور خلافت کے ساتھ وفاداری کو برطانوی قابضین کے ساتھ وفاداری سے بدل دیا۔ برطانیہ نے اس بات کا اہتمام کیا کہ اس تحریک کو ان علاقوں میں بڑھایا جائے جہاں اسے 1857 میں سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

1901 کی برطانوی سرکاری رپورٹ جو کہ انڈیا کی مردم شماری کے حوالے سے تھی کے صفحہ 373 پر بیان ہے ''یہ دلچسپ بات نوٹ کرنے کی ہے کہ اِس وقت شمالی ہندوستان میں ایک مذہبی استاد غلام احمد (اللہ کی لعنت ہو اُس پر) کے نام سے ہے ۔۔۔وہ تلوار کے ذریعے جہاد کا انکار کرتا ہے اور مذہب کے پھیلاو کے مقصد کے لیے کی جانے والی جنگوں کو بالکل غیر قانونی قرار دیتا ہے'' اگر چہ کچھ مسلمان ضرور مرتد ہو گئے لیکن اس تحریک نے امت میں ویسا زور نہیں پکڑا جیسا کہ کفار چاہتے تھے۔

مسلمانوں نے 20 ویں صدی کی دوسری دہائی میں پھر سے برطانوی راج کے خلاف ایک تحریک کے ذریعے جہاد کی تیاریاں شروع کیں۔ اس تحریک نے خلافت کے ساتھ رابطوں کی ضرورت کو بڑھا دیا جو فرانس اور برطانیہ کے حملوں کی زد میں ہونے کے باوجود مسلمانوں کی قوت کا مرکز تھی۔ اس جہاد کی تیاریوں میں علما مولانا محمود الحسن، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا شاہ رحیم رائے پوری، مولانا عبید اللہ سندھی، کھڈا کے مولانا محمد صادق اور مولانا محمد میاں منصور انصاری پیش پیش رہے۔ یہ تحریک ریشمی رومال تحریک کے نام سے جانی جاتی ہے کیونکہ شیخ الہند اور ان کے ساتھیوں کے بیچ منصوبہ بندی کے خطوط کا تبادلہ ہوا جن میں فوج میں بھرتی کے لیے منصوبے کی تفصیل ریشمی رومال پر درج تھی۔ اس فوج کو منظم کرنے کے لیے مولانا عبید اللہ سندھی کو افغانستان، مولانا انصاری کو سرحدی علاقوں کے قبائل کی طرف اور مولانا حسین احمد مدنی کو عثمانی خلافت کی مدد حاصل کرنے کے لیے 1915 میں حجاز بھیجا گیا۔ لیکن یہ منصوبہ بے نقاب ہو گیا اور اس تحریک کے رہنماؤں کو مالٹا میں قید کر دیا گیا۔

مسلمان ابھی تک خلافت کی طرف ہی دیکھ رہے تھے اور پہلی جنگِ عظیم کے بعد خلافت کے خاتمے کے خطرے کے حوالے سے غصے میں تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے مولانا شوکت علی جوھر اور اُن کے بھائی مولانا محمد علی جوھر کی قیادت میں لکھنؤ، جو آج کا اتر پردیش ہے، میں تحریک خلافت کا آغاز کیا تا کہ خلافت کو بچایا جاسکے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے خلافت کو بچانے کے لیے مالی مدد کے لیے رقوم بھجوائیں جو کہ اتنی زیادہ تھیں کہ اُن رقوم کو رکھنے کے لیے ایک بنک قائم کرنا پڑا۔ 1924 میں خلافت کے خاتمے پر برصغیر کے مسلمان بہت مایوس ہوئے۔ مخلص شاعر اور مفکر علامہ محمد اقبال نے اپنی تحریروں میں خلافت کے خاتمے پر مصطفیٰ کمال کی مذمت کی اور مسلمانوں کی وحدت کی اہمیت پر زور دیا۔

یہ مسلمانوں کی وحدت کی خواہش ہی تھی جس نے مسلمانوں کو اپنے لیے ایک مرکزی حکومت کی خواہش کی طرف مائل کیا جو کہ تحریک پاکستان کی شکل اختیار کر گئی۔ اس تحریک میں برصغیر کی 1947 میں تقسیم کے بعد پاکستان میں اسلامی حکمرانی کے تحت رہنے کی امید پر لاکھوں مسلمان ہجرت کرتے ہوئے بے گھر ہوئے اور ہزاروں شہید کر دیے گئے۔ آج بھی کراچی میں ایک خلافت چوک ہے۔ یہ نام ان ہجرت کرنے والوں نے رکھا تھا جو اسلامی قوانین کے تحت رہنے کی خواہش لے کر یہاں آئے تھے۔

اگر چہ مسلمانوں نے کفار کے تسلط سے تو 1947 میں آزادی حاصل کر لی مگر کفر یہ حکمرانی موجود رہی۔ یہ کفر کی حکمرانی ہی ہے جو تسلسل سے غدار حکمرانوں کی وجہ ہے۔ اس کا مطلب ہے مسلمانوں کی جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ آج صرف خلافت ہی پاکستان، بنگلہ دیش اور کشمیر بلکہ پورے برصغیر کو تحفظ اور امن فراہم کر سکتی ہے۔ محمد بن قاسم کے دور سے لے کر اس کے بعد ہزار سال تک اسلام کی حکمرانی برصغیر کے لیے خوشحالی اور امن لے کر آئی۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے برصغیر کو معاشی لحاظ سے پوری دنیا کے لیے قابلِ رشک بنا دیا جس نے برطانوی راج کو اپنی معاشی طور پر ناکام ہوتی ہوئی سلطنت کو مضبوط کرنے کے لیے اس پر حملہ کرنے پر مجبور کر دیا اور جس نے برصغیر پر قبضہ کر کے اس کو اپنے مانند پڑتے اور مدھم ہوتے ہوئے تاج کا ہیرا بنا لیا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے صدیوں تک اس خطے کے بے شمار اور مختلف لوگوں کے درمیان بے مثال اتفاق اور شہریت قائم کی۔ یہ حقیقت کہ مسلمانوں کی ایک ہزار سال کی حکمرانی کے باوجود ہندو اکثریت میں ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام کی حکمرانی کفر کے ظالمانہ قوانین کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ سپین پر عیسائیوں کی وحشیانہ حکومت یا ایشیاء کے ظالم ہلاکو کی حکومت جنہوں نے مخالف مذہب کے لوگوں کو ذبح کیا۔

خلافت اور نصرت: برصغیر پاک و ہند پر حکمرانی کے لیے مسلمان ہی حقدار ہیں جو کہ یہ قابلیت رکھتے ہیں کہ اس مشکل میں پھنسے ہوئے، کمزور اور ناپائیدار حالات سے گھرے خطے کی حالت کو بدلنے کے لیے تبدیلی کا آغاز کر سکیں۔ آج مسلمانوں کا سامنا برطانوی فوج سے نہیں بلکہ آج کی حالت خوش کن ہے کہ ان کے بھائی، بیٹے، باپ اور چچا دنیا کی سب بڑی مسلم فوج کا حصہ ہیں جو کہ امریکہ کی فوج سے بھی بڑی فوج ہے اور یقیناً اس سے زیادہ بہادر ہے جو کہ اللہ کے راستے میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اس سے بھی بڑھ کر پاکستان کو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بہت سارے وسائل زرعی زمین، دریا، توانائی اور معدنیات سے نوازا ہے جو کہ دنیا کی کئی بڑی طاقتوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ اور پاکستان میں زندہ دل اور توانا لوگ رہتے ہیں جو ہر آزمائش اور مصیبت میں مضبوطی اور کامیابی کے لیے صرف اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ یہ پاکستان کی فوج میں موجود ان مخلص افسران پر ہے کہ وہ سویلین اور فوجی قیادت میں موجود غداروں کو اکھاڑ پھینکیں اور خلافت کو قائم کرنے کے لیے حزب التحریر کو نصرت دیں جو کہ اس امت کے وسائل کو اکٹھا کر کے پورے برصغیر کو اسلام کے سائے اور عدل کے نیچے لائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے ایک وہ گروہ جو ہندوستان کو فتح کرے اور دوسرا گروہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہو گا'' (احمد)

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ہندوستان کی فتح کا وعدہ فرمایا اگر میں اس وقت موجود ہوا تو میں اپنا جان و مال اس کے لیے خرچ کروں گا اور اگر میں مارا گیا تو میں بہترین شہدا میں ہوں گا اور اگر میں واپس آ گیا تو میں گناہوں سے پاک ابو ہریرہ ہوں گا'' (احمد، النسائی، حاکم)

☆☆☆

تَدَرُّج (Gradualism)

وہ خطرناک فکر، جس کے نتیجے میں موجودہ کفریہ نظاموں میں مسلمانوں کی شرکت کے جواز نے جنم لیا

ہم جس فکر کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں اور اس کی خرابی کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں وہ ہے ''تدریجی طور پر اسلام کو اختیار کرنا''، جس فکر کے نتیجے میں موجودہ کفریہ نظاموں میں مسلمانوں کی شرکت کے جواز نے جنم لیا۔ تبدیلی کے لیے کام کرنے والی بعض جماعتیں اس فکر پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔

تدرج کیا ہے؟ اس کے قائلین کے نظر میں اس کا تصور کیا ہے؟ ان کی نظر میں اس کے جواز کے دلائل کیا ہیں؟ اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

جب مسلمان روحانی زوال، مادی اور فکری پستی اور سیاسی انحطاط کا شکار ہوئے تو ان کے افکار بھی ان کے برے حالات کے مطابق ہو گئے۔ اسلام پر کاربند رہنے والوں کے افکار بھی ایسے ہو گئے جو حقیقتاً اسلام اور زندگی کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر سے پیدا ہونے والے افکار نہیں تھے بلکہ یہ افکار اسلام کے حقائق کے بارے میں غلط فہمی، نا سمجھی اور زندگی کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے تھے۔ پھر جب استعماری کافر نے مسلمانوں کے امور کنٹرول حاصل کیا، تو انہوں نے اپنے تصورات اور فکری پیمانے مسلمانوں کے درمیان پھیلا دیے۔ استعمار نے مسلمانوں کے اندر اپنے افکار کا ایسا بیج بویا کہ جس کے پھل کا ذائقہ اس سے مختلف تھا جس سے مسلمان واقف تھے، مگر استعمار نے اسے مسلمانوں کے سامنے خوشنما بنا کر پیش کیا۔ استعمار نے یہ سب اپنے مفادات کے لیے کیا۔ کمزوری اسلام میں نہیں تھی بلکہ کمزوری ان اہلِ اسلام کی تھی جو اسلام کی صحیح طرح پابندی نہیں کر سکے اور صحیح فہم کھو بیٹھے تھے۔ انہوں نے صورت حال سے متاثر ہو کر اور مصلحت پر مبنی فہم کے ذریعے استعمار کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن یہ ٹیڑھی کوششیں اور غلط اقدامات جلد ہی مسلمانوں کی ناکامی پر منتج ہوئے۔ استعماری کفار دندناتے رہے اور انہیں روکنے والا یا دھتکارنے والا کوئی نہیں تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ ان استعماری کفار نے اسلام پر کس طرح حملہ کیا؟ اور مسلمانوں نے اس کا کیا جواب دیا؟

استعماری کفار نے اسلام پر حملے کرتے ہوئے الزام لگایا کہ اسلام موجودہ زمانے کے ساتھ نہیں چل سکتا اور نئے مسائل کا حل نہیں دے سکتا۔ مسلمانوں نے اس کے جواب میں سرمایہ دارانہ نظام کے نقطہ ہائے نظر کی بنیاد پر نئے مسائل کا اسلامی حل دینے کی کوشش کی۔ باوجود یہ کہ سرمایہ داری نظام جس بنیاد پر قائم ہے وہ اسلام کی بنیاد سے بالکل ٹکراتا ہے۔ مسلمانوں نے ان دو بالکل مخالف بنیادوں کے درمیان موافقت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یوں انہوں نے ایسی غلط تاویلات کرنا شروع کیں جس سے غلط تصورات اور غلط پیمانے پیدا ہوئے۔ اور پھر ان کی اسلامی شریعت کی طرف جھوٹی نسبت کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اسلام اور سرمایہ داریت کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے، اور یہ ظاہر کیا جائے کہ اسلام موجودہ زمانے کے ساتھ ساتھ چل سکتا ہے۔ اس وجہ سے ان افکار، قواعد (principles) اور پیمانوں (criterias) کو اس بنیاد پر اختیار کیا جانے لگا کہ یہ اسلامی افکار، قواعد اور پیمانے ہیں، اور اسلام کو ان کے ذریعے سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ انہیں اختیار کرنے کا مطلب اسلام کو چھوڑنا اور سرمایہ داریت کی پیروی کرنا تھا۔ کفر سے موافقت یا ایسی موافقت سے متاثر ہر دعوت اسلام کو چھوڑنے اور کفر کو اختیار کرنے کی دعوت ہے۔ نیز یہ مسلمانوں کو کفریہ افکار کو اختیار کرنے اور سچی اسلامی دعوت کو چھوڑنے کی دعوت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں نے انحطاط کے زمانے میں ایسے افکار کے ذریعے امت کو انحطاط سے نکالنے کی کوشش کی تو صورتِ حال بد سے بدتر ہو گئی۔ یہ لوگ امت کو پستی کے اس گڑھے سے نہ نکال سکے بلکہ خود اس گڑھے میں گر گئے۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگوں نے قصداً یا لاعلمی میں اسلامی شریعت کے خلاف زبان درازی شروع کر دی۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اسلامی شریعت غیر عقلی ہے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو چودہ سو سال گزر گئے ہیں پس ہمیں اس صدیوں پرانی سوچ کے مطابق نہیں سوچنا چاہیے بلکہ ہمیں اس پر نظر ثانی کرنی چاہیے، اسلام میں جدت لانی چاہئے تا کہ یہ حالات کے مطابق ہو سکے اور اسلام دوبارا قیادت حاصل کر سکے۔ اسلام کو نیا لباس پہنانا چاہیے، اس میں کچھ نئے افکار کو ضم کرنا چاہیے تا کہ دل دوبارا اسے قبول کریں، اس کے ابہام کو بھی دور کیا جائے اور اسلام کو دوسروں کی تہمتوں سے بھی بچا جائے۔ یعنی اسلام کی قدیم صورت مقبول نہیں رہی۔

پس بعض مسلمان اٹھے اور انہوں نے ایسے بہت سے افکار کو اپنایا اور انہیں اپنی فکری بنیاد کے طور پر اختیار کر لیا، اور اپنی لیے ایک راہ متعین کر لی، اور زندگی کے بارے نیا نقطۂ نظر اختیار کیا۔ ہم انہیں دورِ انحطاط کے افکار کہتے ہیں، یہ ہمارے ملکوں میں فاسد مغربی تہذیب کی نشو ونما کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ ان مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ زمانے کے ساتھ چلنا، مغرب کی بلند فکر سے استفادہ کرنا شریعت کی ضرورت ہے اور زمانے میں اسلام کو باقی رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

اس کے نتیجے میں اس نقطہ نظر سے متاثرہ افکار کی بھر مار ہو گئی جیسے ''دین لچکدار اور ترقی پسند ہے''، ''کچھ کو حاصل کرا اور پھر مزید کا مطالبہ کرو''، ''اس چیز کو قبول کیا جائے جو شریعت کے موافق ہے، یا شریعت کے مخالف نہیں ہے''، ''دو برائیوں میں سے چھوٹی برائی کو اختیار کیا جا سکتا ہے''، ''اگر تم پورا حاصل نہیں کر سکتے تو اس سے کم کو مت ٹھکراؤ''، ''اسلام کو تدریجاً اختیار کیا جائے''، ''جمہوریت اسلام سے ہے''، ''زمانے اور جگہ کے بدلنے سے شرعی احکامات بدل جاتے ہیں'' اور ''جو لوگوں کی مصلحت ہے وہی شرعی حکم ہے۔'' یہ افکار یا اس قسم کے افکار فکری اصول اور فکری قواعد بن گئے جسے اسلام کی تجدید نو کہا جانے لگا، جس کا سب سے بڑا داعی میسونک (فری

میسن تحریک کا رکن) جمال الدین افغانی اور اس کا میسونک شاگرد محمد عبدہٗ تھا، جوشیخ الاسلام کہلاتا تھا۔

اس قسم کی باتیں کچھ لوگوں نے تو بدنیتی اور خباثت سے کیں تاکہ مسلمانوں کوان کی طاقت کے منبع سے دور کیا جائے، ان کو اس قدر کمزور کیا جائے کہ وہ دوبارہ اللہ کے حکم کی اقامت کے لیے اٹھ کھڑے نہ ہوسکیں۔ جبکہ کچھ لوگوں نے یہی باتیں حسن ظن اور نیک نیتی سے یہ سمجھ کر کیں کہ ان میں مسلمانوں کے لیے موجودہ پستی اور زوال سے نکلنے کا سامان موجود ہے۔

ان افکار کوخواہ نیک نیتی سے پھیلایا جائے یا بدنیتی سے، حقیقتاً ان کا اثر ایک ہی ہے۔ ہم بہرحال مسلمانوں کوان کے دین کے بارے میں کفار کی ریشہ دوانیوں سے محتاط رہنے کی تاکید کرتے ہیں، ہم مسلمانوں کونصیحت کرتے ہیں کہ ان افکار کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں کیونکہ ان میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ شر ہی شر ہے۔ اور ان افکار کا فساد حقیقت میں ثابت ہوچکا ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں دین کے معاملے میں بے نیاز کر دیا ہے کیونکہ اسلام میں سب کچھ ہے اور دوسروں سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں۔ اسلام طبعی طور پر ہی اپنے طریقے کوبھی لازم کرتا ہے کہ جس طریقے سے ہمیں اس دین کو اخذ کرنا چاہیے۔ دینِ اسلام اللہ کی طرف سے زندگی کے امور کو حل کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ صرف شرعی نصوص میں اجتہاد کر کے اللہ کا حکم معلوم کرے، نہ کہ شرعی نصوص کے علاوہ کہیں اور سے۔ زندگی کے لیے فکری قواعد بھی شرعی دلائل سے منضبط ہونے چاہئیں کیونکہ یہ بھی احکامِ شرعیہ ہیں جن کے لیے تفصیلی دلائل موجود ہیں۔ طریقہ اجتہاد بھی ثابت شدہ اور ایک ہی ہے اس میں کسی حالت میں تبدیلی نہیں آسکتی۔ اور یہیں سے ہماری نشاۃ ثانیہ کی بنیاد کھڑی ہوسکتی ہے بالکل اسی طرح جیسے ماضی میں ہوئی تھی۔

یہاں شریعت کے بعض منضبط قواعد اور افکار کا ذکر کرنا بے محل نہیں ہوگا۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ انہیں اپنی ذہن میں راسخ کریں اوران کے مطابق اپنی سمت کا تعین کریں اور انہی کے مطابق عمل کریں۔ ان قواعد کی مثالیں یہ ہیں: ''جو شریعت کا حکم ہے وہی مسلمانوں کے لیے مصلحت ہے، اس کے برعکس نہیں''، ''اعمال کے لیے بنیاد حکمِ شرعی کی پابندی ہے۔''، ''اشیاء کی اصل ان کا مباح ہونا ہے، جب تک کوئی شرعی دلیل ان کی حرمت کے متعلق وارد نہ ہوئی ہو''، ''حسن وہ ہے جسے شرع حسن قرار دے اور قبیح وہ ہے جسے شرع قبیح قرار دے۔''، ''خیر وہ عمل ہے جس سے اللہ راضی ہو اور شر وہ ہے جس سے اللہ ناراض ہو''، ''شریعت کے نزول سے پہلے کوئی حکم نہیں ہے۔''، ''جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کی زندگی تنگ ہوجائے گی''، ''امت مسلمہ دوسرے لوگوں سے الگ ایک امتِ واحدہ ہے۔''، ''اسلام وطنیت، قومیت، اشترکیت یا جمہوریت کو قبول نہیں رکھتا''، ''اسلام ایک بالکل منفرد طرزِ زندگی ہے جو زندگی کے باقی تمام طریقوں اور نظاموں سے مختلف ہے۔''

صرف چند شرعی نصوص سے واقفیت ہی ہم پر یہ چیز واضح کر دیتی ہے کہ ہمارے لیے اسی چیز کی پابندی کتنی اہم ہے جس پر سلف صالحین بھی کاربند تھے اور یہ کہ ہم اس پابندی کو ترک کر کے بدعت کی راہ اختیار نہ کریں ہے کیونکہ دین میں بدعت انتہائی مذموم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

﴿وقد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا أبدا، أمرا بينا كتاب الله و سنة نبيه.﴾ (سيرت ابن هشام)

''میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے، جب تک تم اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے، وہ ایک واضح چیز ہے یعنی اللہ کی کتاب اوراس کے نبی کی سنت۔''

اور ﴿ابداً﴾ (یعنی کبھی بھی) کے لفظ میں ہم بھی داخل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:

﴿...وتفرق أمتي على ثلاث و سبعين فرقة كلها في النار الا واحدة قالوا: ومن هي يارسول الله، قال: ماأنا عليه وأصحابي﴾ (ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجه، احمد)

''... میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹ جائے گی، ایک کے سوا سب جہنمی ہوں گے، عرض کیا گیا: وہ ایک کونسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تركتكم على المحجة البيضاء لا يزيغ عنها بعدي الا كل ضال.﴾ (ابن ماجه واحمد)

''میں نے تمہیں ایک روشن راستے پر چھوڑا ہے میرے بعد جو بھی اس سے ہٹ جائے گا وہ گمراہ ہوجائے گا۔''

اور فرمایا:

﴿خير الناس قرني ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم،﴾ (مسلم)

''بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر اس کے بعد والے پھر ان کے بعد والے۔''

مزید فرمایا:

﴿انه من يعش منكم فسيرى اختلافا كثيرا، وايا كم ومحدثات الأمور فان كل محدثه بدعه، وكل بدعه في النار. عليكم، بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ.﴾ (ابو داؤد و ترمذی)

''تم میں سے جو زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ تم دین میں نت نئی باتوں سے بچو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت جہنم میں پہنچا دیتی ہے۔ تم میری اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرو، اسی کو داڑھ کے دانتوں سے پکڑے رکھو۔''

اور فرمایا:

﴿كل عمل ليس عليه أمرنا فهو رد﴾ (البخاری و مسلم)

''ہر وہ کام مردود ہے، جس کے لیے ہمارا حکم نہیں۔''

یہ احادیث ہمیں خیر کی پیروی اور بدعات سے اجتناب کی دعوت دی رہی ہیں، خیر کی بیان کردہ ترتیب اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جوں جوں ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے دور ہوتے چلے جائیں گے، احکامات کا التزام ضعیف تر ہوتا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ خیر کو زیادہ مضبوطی سے تھامیں اور حق کے لیے زیادہ چھان پھٹک کریں اوراخلاص کے لیے زیادہ کوشش کریں۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو زیادہ مضبوطی سے تھامیں، ہم اسی راستے پر چلیں جس پر

رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ چلے۔ ہمارے لیے دین میں بدعت پیدا کرنا یا نئی باتوں کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنے والا مردود ہے۔ تو آج ہمارے زمانے میں اِن باتوں کو یقینی بنانے کا کیا طریقہ ہوگا؟

- ہم اس بات کے محافظ ہوں کہ ہمارے اندر ہمارا عقیدہ واضح اور خالص شکل میں موجود ہو اور ہم اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہونے دیں۔
- ہم اسلام کے واضح اور خالص مصادر ہی کو اختیار کریں۔
- ہم استدلال کے اس ثابت شدہ طریقے کی حفاظت کریں جس میں لوگوں کی ذاتی رائے اور نفسانی خواہشات حکمِ شرعی پر اثر انداز نہ ہونے پائیں۔
- ہم اپنی زندگی میں اسلام ہی کو اہم ترین چیز سمجھیں: اسے اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے مفادات اور خواہشات سے زیادہ اہم سمجھیں تاکہ ہمارے دلوں میں بھی اللہ کا کلمہ بلند ہو اور ہم کسی چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ اہم نہ سمجھیں یعنی ہم ایسے ہی بن جائیں جو سلف صالحین کے زمانے کے مسلمانوں کا حال تھا۔
- اپنے دل اور عقل سے کفریہ افکار اور ان کی گندگی کو کھرچ کر صاف کریں، اسکی دلفریبی اور چمک دمک سے دور رہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے جاہلیت کی گندگی کو اُکھاڑ پھینکا تھا اور اسلام میں خالص ہو کر داخل ہوئے تھے۔

ان سب باتوں کا تقاضا ہے کہ ہم بالکل ابتداء کی طرف جائیں۔ کیونکہ اس امت کے بعد کے ادوار کی بھی اسی خیر سے اصلاح ہوگی جس سے پہلے دور کی ہوئی تھی۔ یہ ایسی لازمی چیز ہے کہ کوئی بھی مسلمان اپنی زندگی کے مراحل میں سے کسی بھی مرحلے میں اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اسی سے قربت یا دوری کے لحاظ سے مسلمان طاقتور یا کمزور ہوں گے۔

اس تمہید کے بعد ہم اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ تدرّج (Gradualism) کیا ہے؟ اسکے قائلین کی نظر میں اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کے لیے پیش کردہ جواز کیا ہیں؟ اور اس کے بارے میں شریعت کا موقف کیا ہے؟

تدرّج کا مطلب ایک دم کی بجائے مراحل سے گزر کر مطلوبہ شرعی حکم کے نفاذ تک پہنچنا۔ اس قسم کی رائے رکھنے والوں کے نزدیک اسے شریعت کا مرحلہ وار نفاذ کہا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک مسلمان پہلے ایسے حکم کو نافذ کرے گا یا اس کی طرف دعوت دے جو کہ غیر شرعی ہے لیکن اپنے سے پہلے حکم کے لحاظ سے شرع سے زیادہ قریب ہے، پھر آہستہ آہستہ ایک اور ایسے غیر شرعی حکم کو نافذ کرے گا یا اس کی طرف دعوت دے گا جو اس کی نظر میں اپنے سے پہلے کے لحاظ سے شرعی حکم کے زیادہ قریب ہے، پھر ایک اور ایسے غیر شرعی حکم کو نافذ کرے گا یا اس کی طرف دعوت دے گا جو اس کی نظر میں پہلے حکم کے مقابلے میں شرعی حکم کے زیادہ قریب ہو، یوں آہستہ آہستہ وہ شرعی حکومت تک پہنچے گا۔

یعنی اس طرح احکام شرعیہ کو نافذ کیا جائے اور غیر شرعی احکامات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے یہاں تک کہ شرع کو مکمل طور پر نافذ کر دیا جائے۔

لیکن یہ تدرّج کتنے مراحل پر مشتمل ہوگا، اس کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ اس رائے والوں کے ہاں اس کے لیے کوئی قاعدہ بھی نہیں، یوں اس کے لیے ایک یا دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ مراحل ہو سکتے ہیں۔ اس تدرج کے مراحل کے تعین میں حالات وظروف کا بڑا اثر ہے۔ حالات کے لحاظ سے یہ مراحل کم یا زیادہ ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اسکی مدت تھوڑی یا زیادہ ہو سکتی ہے۔

تدرج کو کبھی عقیدہ سے متعلق افکار کے بارے میں قبول کیا جاتا ہے جیسا کہ اس قول کو قبول کرنا کہ ''اشتراکیت اسلام ہی سے نکلی ہے'' یا ''جمہوریت اسلام ہی ہے۔'' اسی طرح تدرج کو احکام شرعیہ کے بارے میں اختیار کیا جاتا ہے جیسے مسلمان عورت ایسا لباس پہنے جس میں اس کا کپڑا گھٹنوں سے ذرا نیچے ہو، یہ پہلا مرحلہ ہے۔ اور پھر دوسرے مرحلے میں اصل حکمِ شرعی کو اختیار کیا جائے گا۔ کبھی اس کا تعلق نظام سے ہوتا ہے جیسے حکومت میں شرکت کرنا، حالانکہ شرعاً یہ بالکل حرام ہے، اس کا اعتراف تو خود تدرج کی رائے رکھنے والے بھی کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس شرکت کو مقصود بالذات نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ یہ اسلامی حکومت تک پہنچنے کے لیے ہے۔ یا یہ تدرج بعض اسلامی احکامات پر عمل اور بعض کے بارے میں سکوت اختیار کرنے پر مشتمل ہے کہ اس امید پر کہ حالات سازگار ہو جائیں تو اسلام کے تمام احکامات پر عمل کیا جائے گا۔ اسی طرح وہ بعض دفعہ وہ اسلام کی طرف دعوت میں بھی تدرج کی بات کرتے ہیں۔ یعنی تدرج پر اکتفا کیا جائے اور اسی اسلوب کی طرف دوسروں کو بھی دعوت دی جائے۔ اس قسم کی دعوت دینا بعض دفعہ تقویٰ کی وجہ سے بھی ہوتی ہے کہ خود تو وہ شخص دین کے التزام کا خیال رکھتا ہے لیکن دوسروں کے بارے میں فکر مند ہے کہ کہیں وہ اسلام کے تمام احکامات پر عمل کی دعوت دینے کے نتیجے میں اسلام کی دعوت کو بالکل ہی ٹھکرا نہ دیں، چنانچہ بالکل کچھ نہ ہونے سے لوگوں کا تھوڑے پر عمل کرنا بہتر ہے۔

تدرج اور مرحلہ وار کام کے قائلین کے پیش کردہ جواز اور ان کا رد:

اس رائے کے حامل افراد نے ان جوازوں پر انحصار کیا جو فکر اور اسلامی دعوت کے متعلق ان کے فہم کی تائید کرتے ہیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے مختلف جوازوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے نص اور اس میں موجود دلالتوں کی پیروی نہیں کی بلکہ نص کو اپنی خواہشات کی سان پر چڑھایا، جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔ ان کے کچھ جواز یہ ہیں:

1۔ اللہ ﷻ نے سود کو ایک ہی مرتبہ حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی حرمت مرحلہ وار ہوئی۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّباً لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ﴾

''تم جو سود دیتے ہو تا کہ وہ لوگوں کے اموال میں مزید بڑھ جائے، تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کے لیے دیتے ہو تو انہی لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا۔'' (الرّوم:39)

ارشاد باری ہے:

﴿لاَ تَأْكُلُواْ الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً﴾

''تم دو گنا تگنا سود مت کھایا کرو۔'' (آل عِمران:130)

مزید فرمایا:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔'' (البَقَرَة: 278)

مزید فرمایا:

﴿وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ﴾

''اور ان کا سود لینا حالانکہ ان کو منع کر دیا گیا ہے۔'' (النِّسَاء: 161)

مزید فرمایا:

﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

''اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔'' (البَقَرَة: 275)

ان آیات کے مجموعے کو دلیل بنا کر تدرّج کے دعوے دار یہ کہتے ہیں کہ پہلی آیات کی وجہ سے سود مباح تھا۔ پھر دوسری آیت میں دوچند سود کھانے کی حرمت نازل ہوئی جب کہ کم مقدار کو رہنے دیا گیا۔ پھر تیسری آیت میں یہ کہہ کر

﴿وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾

''اور جو سود باقی رہ گیا ہے اُس کو چھوڑ دو۔'' (البَقَرَة: 278)

تھوڑی مقدار کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ پھر کہتے ہیں کہ سود کی حرمت صراحت سے نہیں بلکہ اشارۃً ہے جیسا کہ چوتھی آیت میں یہود کی حکایت بیان کی گئی ہے۔ پھر ان مراحل کے سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے آخر میں اللہ ﷻ نے یہ کہہ کر سود کو مطلقاً حرام قرار دیا کہ

﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

''اور اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا۔'' (البَقَرَة: 275)

ان آیات میں موجود فقہ کو صحیح شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ تدرج کے لیے ان آیات کو دلیل بنانا سراسر غلط ہے۔

پہلی آیت کا اس ربا سے جو کہ حرام ہے دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ اس کا موضوع ھبہ اور ہدیہ ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو شخص ھبہ یا ہدیہ دے کر اس کے دوچند کا طلب گار رہتا ہے یا لوگوں سے اس کو واپس مانگتا ہے، تو یہ اللہ ﷻ کے نزدیک نہیں بڑھتا یعنی اس پر ثواب نہیں ملے گا جیسا کہ صدقہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((من تصدّق بعدل تمرة من كسب طيّب، ولا يقبل الله الا الطيّب . وان الله يتقبلها بيمينه ثم يربّيها لصاحبها كما يربّي أحدكم فلوه حتى تكون مثل الجبل))

''جو شخص پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے گا، اور اللہ صرف پاک چیز کو ہی قبول کرتا ہے۔ اللہ اس صدقہ کو دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر اس مالک کے لیے اس صدقہ کے اجر کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (البخاری)

اسی طرح ابن عباس ؓ نے اس آیت کے متعلق فرمایا کہ

﴿وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ رِّباً﴾

''اور جو سود تم دیتے ہو۔'' (الرُّوم: 39)

یعنی جب کوئی شخص ہدیہ دیتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اس سے بہتر اسے واپس ملے گا تو یہ اللہ ﷻ کے نزدیک بڑھتا نہیں، اس کے مالک کو اجر نہیں ملتا، لیکن وہ گنہگار نہیں ہوتا۔ آیت اس معنی میں نازل ہوئی ہے (امام قرطبی نے اس کو نقل کیا ہے)۔ اور ابن کثیر نے فرمایا جو شخص لوگوں کو یہ سوچ کر عطیہ دیتا ہے کہ یہ زیادہ ہو کر واپس ملے گا تو اللہ ﷻ کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں، اس آیت کی یہ تفسیر ابنِ عباس ؓ، مجاہد، ضحاک، قتادۃ، عکرمہ، محمد بن کعب اور شعبی نے بھی کی ہے۔ اور اس طرح کرنا مباح ہے۔

ابنِ عباس ؓ نے کہا کہ ''رِبا کی دو قسمیں ہیں، ایک تجارت کی ربا جو کہ صحیح نہیں۔ دوسری رِبا ایک آدمی کا ہدیہ دینا جو کہ زیادہ یا دوچند کا طلب گار رہے''۔

دوسری آیت یعنی

﴿لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً﴾

''ربا کو دوچند کر کے مت کھایا کرو۔'' (آلِ عِمرَان: 130)

اس میں دوچند سود کھانے کو منع کیا گیا ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں کھایا جاتا تھا۔ اس میں ربا کی حرمت کو دوچند تک مقید کرنے کی کوئی دلیل نہیں کہ پہلے صرف دوگنا تگنا سود کھانے سے منع کیا گیا تھا۔

مفسرین نے کہا کہ سورۃ بقرۃ جس میں ربا کی حرمت بیان کی گئی ہے، پہلی سورۃ ہے جو مدینے میں نازل کی گئی۔ جبکہ سورۃ آل عمران جس میں دوچند سود سے منع کیا گیا ہے اس کے بعد نازل ہوئی۔ اس لیے یہ بات بالکل غلط ہے کہ اللہ ﷻ نے ابتدا میں تھوڑے سود کو کھانے کو مباح رکھا۔ چنانچہ سورۃ آل عمران میں جو ذکر کیا گیا ہے اس کا تدرج سے کوئی تعلق نہیں اس میں ربا کے بارے میں کفار کی عادت کو بیان کیا گیا ہے۔ ربا کی حرمت کا حکم تو پہلے ہی نازل ہو چکا تھا۔

جہاں تک تیسری آیت کا تعلق ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔'' (البَقَرَة: 278)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے مسلمانوں کو تھوڑے سود کی اجازت دی گئی پھر اس سے منع کیا گیا۔ بلکہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان لائے اور ان کے دوسرے لوگوں پر سود کے اموال تھے۔ انہوں نے سود کا کچھ حصہ لے لیا تھا اور کچھ باقی تھا۔ اللہ ﷻ نے اس سود کو معاف فرمایا جس کو انہوں نے لیا تھا اور اس حصے کو حرام قرار دیا جو باقی تھا۔

اس کی تائید اللہ ﷻ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے:

﴿وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُوْنَ وَلاَ تُظْلَمُوْنَ﴾

''اگر تم توبہ کرو تو تمہارا راس المال (اصل مال) تمہیں ملے گا، تم ظلم نہ کرو اور تم پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔'' (البَقَرَة: 279)

اسی رسول اللہ ﷺ کا یہ قول کہ:

((ألا ان ربا الجاهلية موضوع كله . وأول ربا أبتدئ به ربا العباس بن عبدالمطلب))

''سنو جاہلیت کا سارا سود ختم ہے اور پہلا سود جس سے میں شروع کرتا ہوں عباس بن عبدالمطلب ؓ کا سود ہے۔'' (سیرت ابن ہشام)

چوتھی آیت کہ:

﴿وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾

''اور ان کا سود لینا حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا

ہے اوران کا لوگوں کے اموال باطل طریقے سے کھانا۔'' (النِّسَاء: 161)

اس آیت میں ربا سے مقصود حرام مال ہے جیسے رشوت وغیرہ جو یہودی کھاتے تھے۔ ارشاد باری ہے:

﴿أَكَّالُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾

''یہ حرام کھانے والے ہیں۔'' (المَائدة: 42)

یہاں مراد وہ ربا نہیں جسے شرعاً ربا کہا جاتا ہے۔ لہٰذا سود شروع ہی سے حرام ہے۔ اس کے مرحلہ وار حرام ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں اس موضوع کے بارے میں وارد ہونے والی نصوص مختلف حقیقتوں کے لیے ہیں۔ اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو تدرج پر دلالت کرے۔

2۔ تدرّج کے قائلین کا کہنا ہے کہ اللہ ﷻ نے شراب کو یکبارگی نہیں بلکہ مرحلہ وار حرام کیا: جیسا کہ ارشاد ہوا:

﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾

''یہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔ لیکن ان دونوں کے گناہ ان کے فوائد سے بہت زیادہ ہیں۔''
(البَقَرَة: 219)

مزید ارشاد ہے کہ:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَقْرَبُوْا الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ'' (النِّسَاء: 43)

مزید فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾

''یقیناً شراب، جوا، انصاب اور تیر کے ذریعے فال نکالنا، گندے شیطانی اعمال ہیں ان سے بچو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بیشک شیطان شراب وجوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے ذریعے وہ تمہیں نماز اور اللہ کے ذکر سے روکتا ہے۔'' (المَائدة: 91-90)

ان آیتوں کے اجمال کی وجہ سے تدرج کے قائل لوگوں نے یہ سمجھا کہ شراب شروع میں مباح تھی جس کی دلیل پہلی آیت ہے، پھر اس اباحت کو محدود کرنے کے لیے اللہ ﷻ کا یہ قول نازل ہوا:

﴿لاَ تَقْرَبُوْا الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾

''جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔'' (النِّسَاء: 43)

اس ابتدائی تحدید کے بعد پھر شراب سے مکمل طور پر منع کر دیا گیا۔

ان آیات میں شرعی طور پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی حرمت میں کوئی تدریج نہیں، حرمت سے قبل شراب کے بارے میں کوئی حکم نہیں تھا۔ یعنی اس کو اباحت ہی پر چھوڑا گیا تھا، یعنی لوگوں کے شراب پینے کے باوجود شرع شراب کے بارے میں خاموش تھی۔ یہاں تک کہ تیسری آیت نازل ہوئی۔ سیدنا عمر بن الخطاب ؓ کے اس واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جب آپ نے فرمایا: ''اے اللہ شراب کے بارے میں شافی اور کافی بیان نازل فرما کیونکہ اس سے مال اور عقل دونوں جاتے ہیں۔''

چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ...﴾

''یہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے پوچھتے ہیں ...'' (البَقَرَة: 219)

تب عمر ؓ کو بلا کر یہ آیت انکو سنائی گئی تو عمرؓ نے پھر فرمایا: اے اللہ شراب کے بارے میں شافی اور کافی بیان نازل فرما پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَقْرَبُوْا الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى﴾

''مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔'' (النِّسَاء: 43)

پھر عمر ؓ کو بلا کر یہ آیت ان کو سنائی گئی تو آپؓ نے پھر فرمایا: اے اللہ شراب کے بارے میں شافی اور کافی بیان نازل فرما پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلاَمُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

''یقیناً شراب، جوا، انصاب اور تیر کے ذریعے فال نکالنا گندے شیطانی اعمال ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (المَائدة: 91-90)

پھر عمر ؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی گئی اور یہاں تک:

﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾

''پس تو کیا تم ان سے رکتے ہو؟'' تو آپؐ نے فرمایا: ''ہم رک گئے، ہم رک گئے۔'' (احمد، ترمذی، نسائی، ابو دائود)

سیدنا عمر ؓ شراب کے بارے میں شافی بیان کے نزول کی دعا کرتے رہے لیکن پہلی اور دوسری آیت کے نزول کے بعد بھی شراب مباح ہی تھی، ان دو آیتوں کے نزول کے باوجود آپ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ تیسری آیت نازل ہوئی جس میں شراب کی حرمت بیان کی گئی۔

دوسری آیت کا تعلق نماز سے ہے شراب سے نہیں۔ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسی آیت کو باریک بینی سے دیکھنے والا یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کو نماز کے وقت شراب پینے سے منع نہیں کیا گیا، بلکہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ ان کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کسی مسلمان نے اس حال میں نماز پڑھی ہو کہ شراب کی بو اس کے منہ سے آرہی ہو، یا اس کے پاس شراب کی بوتل ہو یا اس نے اتنی شراب پی ہو جو عقل کو نقصان نہ پہنچاتی ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں تھا۔

پہلی آیت میں اللہ ﷻ نے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے شراب کی مذمت کی۔ دوسری آیت میں نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔ تیسری آیت میں شراب کو حرام قرار دیا گیا۔ اس کو تدرج نہیں کہا جا سکتا۔ کبھی کسی نے شراب کی حرمت کے بعد اس کو حلال نہیں سمجھا یعنی سورۃ مائدہ کی آیت 91-90 کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کے عہد میں صحابہ کرام ؓ کے عہد میں، تابعین اور نہ ہی تبع تابعین کے عہد میں کسی نے اس کو حلال سمجھا، نہ ہی امت کے آئمہ مجتہدین کی فقہی کتابوں میں شراب کی حرمت کی تدریج کا کوئی ذکر ہے۔ بے شمار اسلامی

فتوحات ہوئیں، کئی ممالک کو فتح کیا گیا، لوگ جوق در جوق اللہ ﷻ کے دین میں داخل ہوتے رہے۔ مسلمان فاتحین کے اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کے ساتھ ایسی کوئی رعایت نہیں کی اور شراب کو ان پر یکدم کی بجائے مرحلہ وار حرام نہیں کیا گیا۔ اگر یہ بات ٹھیک ہوتی تو اسلام میں نئے داخل ہونے والوں کو اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ سابقہ فاضل علماء کرام نے تدرّج پر کوئی بحث نہیں کی، بلکہ یہ ایک نئی بحث ہے جس کو حالات وواقعات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے والے بعض لوگوں نے شروع کیا، جو اپنے آپ کو علما کہلواتے ہیں، اور اس تدرج کو یہ لوگ تفکیر کے لیے منہج بنانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ صرف چند احکامات کے بارے میں یہ بات نہیں کہتے بلکہ پورے دین کے بارے میں کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک صحیح حدیث ہے کہ:

((انه من يعش منكم فسيرى اختلافاً كثيراً. واياكم ومحدثات الأمور فان كل محدثة بدعة، وكل بدعة فى النار...))

''تم میں جو زندہ رہا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا۔ تم دین میں نئی باتوں سے بچتے رہو کیوں کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت جہنم میں ہے...'' **(الترمذی، ابو دائود)**

تدرج کے علمبرداروں سے یہ سوال ہے کہ کیا احکام میں تدرج کی وجہ سے بعد کے حکم سے پہلے والے حکم پر عمل کرنا ہمارے لیے جائز ہے؟

قطعی جواب: نہیں۔ کیونکہ شراب کی حرمت کا حکم قطعی ہے۔ اور پہلے حکم کی طرف رجوع بالکل جائز نہیں۔ خلف وسلف اسی پر قائم ہیں۔ آج شراب کا ایک ہی حکم ہے جو کسی بھی صورت حال میں تبدیل نہیں ہوتا۔ نہ ہی شراب خور سے گناہ ساقط ہوگا۔

3) ان کا کہنا کہ شریعت نے غلامی کے مسئلے کو تدریجاً حل کیا، بھی باطل ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ نے غلامی کی موجودگی کو حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس سے نکلنے کے لیے راستے نکالے۔ اگر غلامی کا وجود دوبارہ ہوا، تو اس کے احکامات بھی دوبارا لاگو ہو جائیں گے۔

4) ان کا یہ کہنا کہ قرآن بھی الگ اور تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوا، اور ایسا یک مشت نہیں ہوا، یہ بھی تدرج کی دلیل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ﷻ حالات وواقعات کے مطابق آیتیں نازل فرماتے تھے تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا جائے۔ اس لیے سب سے پہلے ایمان جنت اور جہنم کے بارے آیتیں نازل ہوئیں پھر حلال وحرام کے بارے آیتیں نازل ہوئیں۔ اس طرح ہونا اسلام کے ایک حصے کو اختیار کرنا اور دوسرے حصے کو ترک کرنا نہیں۔ مسلمان اسی حد تک ذمہ دار ہوتے تھے جتنے احکام نازل ہو چکے ہوتے تھے۔ ان کی ذمہ داری اس سے آگے نہیں ہوتی تھی۔ لہٰذا جس وقت ایمان نازل ہوا تھا اور احکامات نازل نہیں ہوئے تھے تو اس وقت بھی مسلمان پورے اسلام ہی کے بارے میں ذمہ دار تھے، تاہم انہی شرعی نصوص کی تفصیل کے مطابق جو اس وقت تک نازل ہو چکی تھیں۔ اس لیے انفرادی شرعی احکامات کے بارے میں مسلمان ہر حال میں ذمہ دار ہیں خواہ اسلامی ریاست موجود ہو یا نہ ہو۔ ہاں وہ شرعی احکامات کہ جن کی ادائیگی ریاست کے سپرد ہے، ان کا تعلق ریاست کی موجودگی سے ہے۔ یہی تقسیم مسلمانوں کے لیے لازم ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ چنانچہ سابقہ احکامات کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔

تدرج کے معنی کی چھان بین اور تحقیق اور اس رائے کے حاملین کے نزدیک اس کے جواز کو بیان کرنے کے بعد اب، ہم صحیح شرعی رائے اور شرعی طریقہ فکر کو بیان کریں گے۔

میں نے صحیح رائے کہا صحیح کے قریب ترین رائے نہیں کہا، کیونکہ تدرج کی مذکورہ فکر شریعت سے ہے ہی نہیں اور اسے شریعت سے منسوب کرنا بھی جائز نہیں۔ اور یہ ایسا طریقہ فکر ہے جسے شریعت کسی حالت میں بھی جائز قرار نہیں دیتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی فطرت دوسروں سے بالکل مختلف ہے۔ اسلامی نظام طبعی طور پر صرف وحی کی پیروی پر قائم ہے۔ جبکہ موجودہ نظام انسان کی ایجادات اور تجربات پر قائم ہے، یہ جتنا بھی مضبوط ہو انسان کی تمام مشکلات کا صحیح حل نہیں دے سکتا۔

مسلمان جب شرع کی پابندی کرتا ہے تو اس پابندی کی اساس ایمان باللہ ہونی چاہیے۔ ورنہ یہ پابندی مقبول نہیں۔ اسی طرح جب دوسروں کو اسلام کی طرف دعوت دے تو اس دعوت کی بنیاد بھی ایمان باللہ ہونا چاہیے، ورنہ وہ دعوت قابلِ قبول نہیں۔ اس مسئلے میں اول چیز ایمان ہے اور دوم صحیح طریقے سے شرع کی پابندی کرنا۔

مسلمان کے لیے خود کو بدلنے اور نظاموں کو صحیح طرح تبدیل کرنے کے لیے مندرجہ بالا روحانی اساس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ پہلے وہ اس اساس کو پیدا کرے پھر اسکی نشو ونما کرے، یوں شرع کی پابندی آسان ہو جائے گی، قطع نظر یہ کہ شرع کی پابندی لوگوں کی حقیقت یا ان کی طبعیت یا ان کی خواہشات کے مطابق ہو یا نہ ہو۔ مسلمان کی طرف سے اس روحانی بنیاد پر اعتماد نہ کرنا اسے بڑے گناہوں میں مبتلا کر دے گا۔

اب ہم تدرج کے علمبرداروں سے سوال کرتے ہیں کہ آپ کی دعوت میں یہ روحانی اساس کہاں ہے۔ بلکہ اس کے بارے میں اللہ ﷻ کا حکم کہاں ہے۔ سخت ترین مجبوری کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے مکہ یا مدینہ میں اسے کیوں اختیار نہیں کیا؟

کیا طلب نصرہ کے وقت رسول اللہ ﷺ نے بنو عامر بن صعصعہ سے نہیں فرمایا کہ

((الأمر لله يضعه حيث يشاء))

''حکومت اللہ کی ہے وہ جس کو چاہے دے۔'' **(سيرة ابن هشام)**

بنو عامر نے اس شرط پر نصرة دینے کا مطالبہ کیا تھا کہ آپ کے بعد حکومت ہماری ہوگی حالانکہ اس وقت نصرة کی کتنی اشد ضرورت تھی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو عامر کو ہاں میں جواب دیا جاتا، پھر جب وہ ایمان لا آتے تو رسول اللہ ﷺ کا مطالبہ بدل جاتا؟ یا یہ ایسی سچی دعوت اور ربانی حکم ہے کہ جس کی وجہ سے آپؐ نے بغیر کسی چاپلوسی اور جھجک کے مندرجہ بالا جواب دیا۔ تا کہ جو بھی زندہ رہے دلیل کی بنیاد پر زندہ رہے اور جو بھی ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے یہ نہیں فرمایا، جب انہوں نے تھوڑی نرمی کرنے کا مطالبہ کیا اور ایسے کام نہ کرنے پر زور دیا تھا جس کی طاقت نہ ہو:

((والله يا عماه لو وضعو الشمس فى يمينى والقمر فى يسارى على أن أترك هذا الأمر

ما تركته حتى يظهره الله أو أهلك دونه))

''اے چچا، اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ (مشرکینِ مکہ) سورج کو میرے داہنے ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں، پھر یہ کہیں کہ اس کام کو چھوڑ دو، تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کرے گا یا میں ہلاک کیا جاؤں گا۔'' (سیرت ابنِ ہشام)

اس نص میں رسول اللہ ﷺ کی جانب سے معمولی سودا بازی کو بھی قبول نہ کرنے کی دلیل موجود ہے۔ اور آپ ﷺ دعوت کے لیے بہترین مثال عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے خوشامد، چشم پوشی یا زمانے کے ساتھ چلنے کی کوشش نہیں کی، ان لوگوں کو چاپلوسی بھی نہیں کی جو اہلِ اقتدار تھے، بلکہ آپ کی دعوت صریح اور جرأت مندانہ تھی، جو صحیح فکر پیدا کرتی ہے جو باطل کا بھیجا نکال دیتی ہے۔

کیا اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو اس جگہ سے ہجرت کر جانے کا حکم نہیں دیا جہاں وہ فرائض کو ادا نہیں کرسکتے کہ وہ ایسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ فرائض کو ادا کرسکتے ہیں؟ اور ایسی جگہ رہنے کو حرام قرار دیا جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُواْ فِيمَ كُنتُمْ قَالُواْ كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الأَرْضِ قَالْوَاْ أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُواْ فِيهَا ...﴾

''بے شک جو لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس ملک میں بے بس تھے۔ فرشتوں نے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے...'' (النّساء: 97)

ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جہاں مسلمان اسلام پر عمل نہیں کر سکتا وہاں اقامت اختیار کرنا اس کے لیے حرام ہے۔

کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، سے نہیں کیا اور یہ بھی اپنی ہی قوم سے شروع کیا؟ اور آپ ﷺ آخر تک بغیر کسی تبدیلی کے اسی دعوت پر قائم رہے۔ کیا شروع میں آپ نے اس سے کم کی دعوت دی اور کیا پھر آپ ﷺ بتدریج یہاں تک پہنچے؟ یا اول سے آخر تک آپ ﷺ کی یہی دعوت تھی۔

کیا ابوبکر ؓ نے زکوٰۃ کا انکار کرنے والوں سے قتال نہیں کیا؟ نہ ان کو کوئی مہلت نہیں دی اور نہ ہی ان کے دل شکنی کا خیال رکھا بلکہ آپ نے اس موقع پر یہ مشہور جملہ کہا: ''اللہ کی قسم اگر یہ لوگ اونٹ کی ایک رسی پر زکوٰۃ دینے سے بھی انکار کریں جو وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے تو میں اس وجہ سے ان کے ساتھ قتال کروں گا۔'' حالانکہ اس وقت لوگ مرتد ہو رہے تھے اور سرکشی عام ہو رہی تھی، یعنی حالات انتہائی ناساز گار تھے۔

کیا اول دور کے مسلمانوں نے دعوت میں اس طریقے کو اختیار کیا تھا؟ کیا علاقوں کو فتح کرتے ہوئے دارلکفر کو دارالاسلام میں تبدیل کرنے اور اسلام کو نافذ کرنے میں تدریج سے کام لیا گیا تھا؟ ہم نہیں دیکھتے کہ اولین مسلمانوں نے اس وقت کے نومسلموں کے ساتھ تدریج کا معاملہ کیا ہو، یہ کہہ کر کہ پہلے ان کے دل موہ لیے جائیں۔ پس انہوں نے نو مسلموں کو شراب پینے کی اجازت نہیں دی اور نہ ہی سود اور بے پردگی کی اجازت دی بلکہ وہ اسلام میں پورا داخل ہوتے تھے اس لیے وہ سود، زنا، شراب اور تمام حرام کاموں سے اجتناب کرتے تھے۔ وہ اپنے سے متعلق احکامِ شرعیہ خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ،فرضِ عین ہوں یا فرضِ کفایہ سب کو ادا کرتے تھے۔

کیا فقہ کی بنیادی کتابوں میں یہ موضوع موجود ہے؟ کیا ہمارے اولین اور قابلِ اعتماد مجتہد فقہا نے تدریج کی طرف ادنیٰ سا بھی اشارہ کیا ہے؟ حالانکہ انہوں نے شرعی کلیات اور جزیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

پوری شریعت دعوت میں سچائی اور طریقے پر استقامت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا o قَيِّمًا﴾

''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہیں رکھی۔ بلکہ سیدھی..'' (الکھف: 1)

اللہ ﷻ نے ہمیں خبر دی کہ کفار چاہتے ہیں کہ ان سے نرمی کریں اور ان کے ساتھ چلیں، حق سے دستبردار ہو جائیں اور ان کے جزوی اور وقتی حل کو قبول کر کے کفر کی ابتداء کریں۔ ارشاد ہے:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم﴾

''اکثر اہلِ کتاب تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں، اپنے حسد کے سبب۔'' (البَقَرة: 109)

اس طرح کفار اسلام کے احکامات میں نرمی چاہتے ہیں ارشاد ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔'' (القَلَم: 9)

﴿فَلا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''پس آپ جھوٹوں کی اطاعت مت کریں'' (القَلَم: 8)

ہمارے رب نے ہمیں ظالموں کی طرف جھکنے سے ڈرایا ہے:

﴿وَلا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لاَ تُنْصَرُوْنَ﴾

''تم ان لوگوں کی طرف نہ جھکو جنہوں نے ظلم کیا، ورنہ تمہیں آگ چھو لے گی پھر تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ تمہیں کہیں سے مدد ملے گی۔'' (ھُود: 113)

سچے ایمان کی طرف سچی دعوت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اگرچہ نومسلم ہو پورے اسلام پر عمل کرے۔ دعوت کے علمبردار ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ لازم ہے کہ ہم اپنے نفوس میں ایمان کی آبیاری کریں، یہاں تک کہ یہ درخت اسلام کے التزام اور تقویٰ کا پھل پیدا کرے۔ اسلامی ریاست جب قائم ہوگی وہ چند ردّی یا مغربی ثقافت کے دلدادہ افراد کے بل بوتے پر قائم نہیں ہوگی۔ نہ ہی یہ ان لوگوں پر قائم ہوگی جن پر دعوت نے کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے دعوت کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ اسلامی ریاست جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ عام بیداری (وعی العام) سے جنم لینے والی رائے عامہ کی بنیاد پر قائم ہوگی، ایسی رائے عامہ جو اسلامی فکر اور اسلام کے ذریعے حکومت کی فکر کو قبول کر چکی ہو۔ لوگوں کو اسلام کے قریب

لانے کے بہانے سے اسلام میں تدریج کی فکر داخل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ انسانوں کی کمزوری یا حالات کے سامنے جھکنے کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ ﷻ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو اور حالات کو اسلام کے مطابق تبدیل کریں، نہ ان کے لیے اسلام سے دستبردار ہوں۔

قرآن کی طرف رجوع کرنے اور اس کی آیات پر غور کرنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بیان کردہ امور قطعی ہیں اور تدرّج کی فکر مغرب سے درآمد شدہ فکر ہے جسے جھوٹ اور بہتان کے ذریعے علم کے طور پر اسلام میں داخل کیا جا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی بغیر کسی مہلت اور تاخیر کے اسے نافذ کرنے کی کوشش کرتے۔ جیسے ہی کوئی حکم نازل ہوتا تو حکم کے نازل ہوتے ہی اس کا نفاذ واجب ہو جاتا اور مندرجہ ذیل آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں کو پورے اسلام کی تطبیق کا حکم دے دیا گیا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾

’’آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کیا۔‘‘ (المائدة:3)

خواہ ان احکامات کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، اخلاق سے ہو یا معاملات سے اور خواہ یہ احکامات حکومت، اقتصاد، معاشرت، خارجہ سیاست سے متعلقہ ہوں اور خواہ حالت امن ہو یا حالت جنگ۔

اللہ ﷻ کا یہ ارشاد کہ:

﴿وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾

’’سو جو پیغمبر ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے بھی منع کریں اُس سے باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔‘‘ (الحشر:7)

یہاں ہر اس چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اور ہر اس چیز کی ممانعت کی گئی ہے جس سے آپ ﷺ نے منع کیا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں لفظ 'ما' عمومی انداز میں آیا ہے۔ پس اس آیت میں تمام تر فرائض کو پورا کرنے اور تمام تر حرام امور سے رک جانے کو لازمی (فرض) قرار دیا گیا ہے۔ یہ فرضیت آیت کے آخر میں موجود قرینے کی وجہ سے ہے، کیونکہ آیت کے آخر میں اس حکم کو تقویٰ کے ساتھ منسلک کیا گیا اور اس حکم پر عمل نہ کرنے پر شدید عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

﴿وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ﴾

’’اور ان کے درمیان اللہ کے نازل کردہ (احکامات) کے مطابق فیصلہ کیجئے ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں اور ان سے محتاط رہیے کہ کہیں یہ تمہیں اللہ کے نازل کردہ بعض احکامات کے بارے میں فتنے میں نہ ڈالیں۔‘‘ (المائدة:49)

اس آیت میں بھی رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو اللہ ﷻ نے نازل کردہ تمام احکامات خواہ وہ اوامر ہوں یا نواہی، کے مطابق فیصلے کرنے کا قطعی حکم دیا ہے۔ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو انسانوں کی اتباع کرنے اور ان کی خواہشات کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی ہے کہ کہیں لوگ انہیں بعض احکامات کے بارے میں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ اللہ ﷻ کا یہ ارشاد:

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ﴾

’’اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ لوگ کافر ہیں۔‘‘ (المائدة:44)

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾

’’اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ لوگ ظالم ہیں۔‘‘ (المائدة:45)

﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾

’’اور جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ لوگ فاسق ہیں۔‘‘ (المائدة:47)

ان آیات میں اللہ ﷻ نے اللہ ﷻ کے نازل کردہ تمام احکامات کے مطابق فیصلے نہ کرنے والوں کو کافر، ظالم یا فاسق قرار دیا۔ کیونکہ ان آیات میں لفظ ﴿ما﴾ عمومیت پر دلالت کرتا ہے، پس یہ اللہ ﷻ کے نازل کردہ تمام احکامات پر مشتمل ہے، خواہ وہ اوامر ہوں یا نواہی۔ جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس سے قطعی طور پر یہ واضح ہو گیا کہ مسلمانوں پر فرد، جماعت اور ریاست کے طور پر بغیر کسی تاخیر، انتظار اور تدرج کے اسلام کے احکامات کا انطباق فرض ہے۔ اور کسی فرد، جماعت یا ریاست کے لیے عدم نفاذ کی کوئی چھوٹ نہیں۔

اسلام کے احکامات کو تدریجاً نفاذ اسلام کے احکامات سے یکسر متصادم ہے۔ بعض احکامات کو نافذ کر کے بعض کو چھوڑنے والا اللہ ﷻ کے ہاں گنہگار رہے خواہ وہ فرد ہو یا جماعت یا حکمران۔

فرض فرض ہی رہتا ہے اور اس پر عمل کرنا فرض ہوتا ہے، حرام حرام ہی رہتا ہے اور اس سے اجتناب فرض ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو ثقیف کے وفد کی اس درخواست کو مسترد کیا کہ ان کے بت 'لات' کو تین سال تک باقی رہنے دیا جائے، یا اسلام میں داخل ہونے پر انہیں نماز معاف کر دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول نہیں کیا اور اس کا بالکل انکار کیا، بغیر تاخیر کے بت کو توڑنے پر اصرار کیا، اسی طرح بغیر کسی تاخیر کے نماز کی پابندی پر اصرار کیا۔

اللہ ﷻ نے اس حکمران کو کافر قرار دیا جو تمام اسلامی احکامات کو نافذ نہیں کرتا یا بعض کو نافذ کر کے بعض کو چھوڑ دیتا ہے، اگر وہ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اسلام اس قابل نہیں یا بعض اسلامی احکامات اس قابل نہیں۔ اور اس حکمران کو ظالم اور فاسق قرار دیا جو تمام اسلامی احکامات کو نافذ نہ کرتا ہو یا بعض کو نافذ کر کے بعض کو چھوڑتا ہو لیکن اس کا اعتقاد ہو کہ اسلام اس قابل ہے کہ اس کو نافذ کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس حکمران کو قتل کرنے اور اس کے خلاف تلوار استعمال کرنے کو فرض قرار دیا جس سے واضح کفر ظاہر ہو جائے جس کی ہمارے پاس اللہ ﷻ کی طرف سے دلیل موجود ہو، یعنی وہ ایسے احکامات نافذ کرے جس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہ ہو، یہ احکامات تھوڑے ہوں یا زیادہ، عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ:

((...وأن لاتنازع الأمر أهله قال :الا أن تروا كفراً بواحاً عندكم من الله فيه برهان))

>>>بقیہ صفحہ نمبر 23 پر

کیا یہ حقیقت ہے یا پھر فقط ایک تصوراتی کہانی؟

ایک دفعہ دو نوجوان حضرت عمرؓ کے پاس آئے جبکہ آپ ایک مجلس میں تھے۔ وہ دونوں اپنے ساتھ صحرا سے ایک شخص کو پکڑ کر لائے تھے۔ جب وہ حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئے تو حضرت عمرؓ نے اُن سے کہا ''کیا ماجرا ہے؟'' جس پر اُن نوجوانوں نے کہا کہ ''اے امیر المؤمنین! اِس شخص نے ہمارے باپ کو قتل کر دیا ہے'' حضرت عمرؓ نے اُس شخص سے پوچھا کہ ''کیا تم نے واقعی اِن کے باپ کو قتل کیا ہے؟'' اُس شخص نے کہا کہ ''ہاں، میں نے اُس کو قتل کیا ہے'' تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ''تم نے اُسے کیوں قتل کیا؟'' اُس نے جواب دیا کہ ''وہ شخص اپنے اونٹ کے ساتھ میری زمینوں میں داخل ہو گیا تھا، میں نے اُسے روکا لیکن وہ نہیں رُکا، تو میں نے اُس کی طرف ایک پتھر پھینکا جو اُس کے سر پر لگا جس سے وہ مر گیا...'' اِس پر حضرت عمرؓ نے فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ ''قصاص پر عمل درآمد کیا جائے''... ایک ایسا فیصلہ جسے ضبطِ تحریر میں لانے تک کی حاجت نہ تھی... ایک درست فیصلہ کہ جس پر مزید کسی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمرؓ نے اِس شخص کے خاندان سے متعلق نہیں پوچھا چاہے اُس کا تعلق کسی اعلیٰ خاندان یا کسی طاقتور قبیلے سے تعلق ہی ہو یا پھر اِس شخص کا معاشرے میں کیا رتبہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک اِن تمام معاملات کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ کیونکہ وہ اللہ کے دین کے مقابلے میں کسی کو کوئی ترجیح نہ دیتے تھے۔ اور اللہ کے قوانین بدلے کسی کی کوئی چاپلوسی قبول نہ کرتے تھے، چاہے قاتل اُن کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہوتا؟ نہیں بالکل نہیں!

اُس شخص نے کہا کہ ''اے امیر المؤمنین، میں آپ سے خدائے واحد کے واسطے کہ جس نے یہ زمین و آسمان تخلیق کئے ہیں، آپ مجھے ایک دن کے لیے جانے دیں، تاکہ میں صحرا میں موجود اپنے بیوی بچوں کے پاس جا سکوں اور اُنہیں بتا سکوں کہ آپ مجھے قتل کی سزا دینے والے ہیں اُس کے بعد میں واپس آ جاؤں گا۔ اللہ کی قسم اُن کا اللہ کے علاوہ صرف میں ہی دیکھ بھال کرنے والا ہوں'' اِس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''اِس بات کی کون ضمانت دے گا کہ تم صحرا کی طرف جاؤ گے اور پھر واپس لوٹ کر میرے پاس آ جاؤ گے؟'' جس پر ہر کوئی خاموش تھا، کیونکہ اُن میں کوئی بھی اُس کے نام، اُس کی رہائش، قبیلے یا خاندان والوں سے واقف نہ تھا، تو کیسے اُن میں سے کوئی اُس کا ضامن بننے کو تیار ہوتا۔

یہ ضمانت فقط 10 دینار لوٹانے یا کسی خطہ زمین یا پھر کسی اونٹنی کی واپسی کی ضمانت نہ تھی بلکہ یہ ضمانت ایک قتل کے بدلے میں قتل کی ضمانت تھی... اور کون حضرت عمرؓ کو اللہ کے قانون پر عمل درآمد سے روک پاتا؟ اور کون تھا جو اِس شخص کی خاطر آگے بڑھتا؟ چنانچہ تمام حاضرین مجلس خاموش تھے اور حضرت عمرؓ اِس شش و پنج میں تھے کہ کیا اِس شخص کو فوراً قتل کر دیا جائے اور اُس کے بیوی بچوں کو بھوکوں مرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے یا پھر کسی ضمانت کے بغیر اُس کو جانے دیا جائے اور قصاص کو داؤ پر لگا دیا جائے؟ لوگ خاموش تھے اور حضرت عمر کا سر جھکا ہوا تھا، تب وہ اُن دو نوجوانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ''کیا تم اِس شخص کو معاف کر سکتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا ''نہیں، اے امیر المؤمنین جس شخص نے ہمارے باپ کو قتل کیا ہے اُسے ہر حال میں قتل کیا جانا چاہیے''... پھر حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ''اے لوگو! آپ میں سے کون اِس شخص کا ضامن بننے کو تیار ہے؟'' اِس پر حضرت ابوذر غفاریؓ اپنی بزرگی، دانائی اور تمام تر سچائی کے ساتھ کھڑے ہوئے اور کہا ''اے امیر المؤمنین! میں اِس شخص کا ضامن بننے کو تیار ہوں'' حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''یہ شخص ایک قتل کر چکا ہے'' تو ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ ''ہاں چاہے یہ قاتل ہی ہے!'' تب حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ''کیا تم اِسے جانتے ہو؟'' ابوذرؓ نے جواب دیا ''میں اِسے نہیں جانتا'' تو حضرت عمرؓ نے پوچھا ''تو پھر تم اِس کی ضمانت کیوں دے رہے ہو؟ ابوذرؓ نے جواب دیا کہ ''میں نے اِس شخص کے اندر ایک مؤمن کی صفات دیکھی ہیں اِس لیے میں جانتا ہوں کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہا اور انشاء اللہ یہ ضرور واپس آئے گا'' حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''اے ابوذرؓ تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہ شخص تین دن کے بعد نہ آیا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟'' ابوذرؓ نے جواب دیا کہ ''صرف اللہ کی ذات ہی مددگار ہے'' چنانچہ حضرت عمرؓ نے اُس شخص کو تین دنوں کے لیے جانے کی اجازت دے دی تاکہ وہ اپنے بچوں اور خاندان والوں کو الوداع کہہ سکے اور اپنی موت کے بعد اُن کے معاملات کی دیکھ بھال کا بندوبست کر کے لازمی طور پر واپس آئے تاکہ اُس کو اُس کے کئے کی سزا دی جا سکے...

اور تین دنوں کے بعد حضرت عمرؓ اِس معاملے کو بھول نہیں گئے، وہ ایک کے بعد دوسرے دن کی گنتی کرتے رہے یہاں تک کہ تیسرے دن عصر کے وقت اُنہوں نے شہر کے لوگوں کو باجماعت نماز کے اکٹھا کیا۔ وہ دونوں بھائی بھی آ گئے اور لوگ اکٹھے ہو گئے پھر ابوذر غفاریؓ بھی پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ''وہ شخص کہاں ہے؟ ابوذرؓ نے جواب دیا کہ ''اے امیر المؤمنین میں نہیں جانتا'' ابوذرؓ نے سورج کی طرف دیکھا اور اُنہیں لگا کہ جیسے آج سورج معمول سے ہٹ کر تیزی سے غروب ہو رہا ہے جبکہ تمام حاضرینِ مجلس خاموش تھے۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ یہ سچ تھا کہ ابوذرؓ حضرت عمرؓ کے دل میں بستے تھے اور وہ اُن کی خاطر اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ کاٹ کر دینے کو بھی تیار ہوتے، تاہم یہاں معاملہ قانون کا تھا، یہی طریقہ کار ہے کیونکہ یہ اللہ کے احکامات کا معاملہ تھا۔

یہ کوئی کھلاڑیوں کے کھیل کا معاملہ نہ تھا اور اِس کی authenticity کسی بحث و مباحثے کی محتاج نہ تھی۔ یہ معاملہ ایسا نہ تھا کہ اِسے کچھ حالات میں نافذ کر دیا جائے اور کچھ حالات میں اِسے چھوڑ دیا جائے اور کچھ لوگوں کے لیے اِس پر عمل درآمد ہو جبکہ کچھ لوگوں کو استثنیٰ حاصل ہو اور کچھ جگہوں پر اِس کا نفاذ ہو اور کچھ پر نہ ہو... تاہم سورج غروب ہونے سے چند لمحے پہلے وہ شخص وہاں پہنچ گیا جس پر حضرت عمرؓ نے تکبیر بلند کی اور باقی مسلمانوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''اے شخص! اگر تم صحرا میں رُک جاتے تو ہم آپ کے متعلق کچھ نہ جانتے ہیں اور نہ ہی ہمیں آپ کی رہائش کا علم ہے!!'' اُس شخص نے جواب دیا ''اے امیر المؤمنین! میں آپ کو جوابدہ نہیں ہوں بلکہ میں اُس ذات کو جوابدہ ہوں جو ہر چھپی ہوئی چیز سے واقف ہے۔ اے امیر المؤمنین! میں اپنے بچوں کو ایسی حالت میں چھوڑ آیا تھا جیسے پرندوں کے بچے صحرا میں بغیر پانی اور مکان کے ہوں، اب میں یہاں ہوں تاکہ اپنے کئے کی سزا

پاسکوں...اور مجھے اِس بات کا خوف تھا کہ ایسا نہ کہا جانے لگے کہ اب لوگ اپنے وعدے کی پاسداری نہیں کرتے۔''

تب حضرت عمرؓ نے ابوذر غفاریؓ سے پوچھا'' آپ نے کیوں اِس شخص کی ضمانت دی تھی؟؟؟؟'' ابوذر غفاریؓ نے جواب دیا'' **مجھے اِس بات کا خوف تھا کہ کہیں یہ نہ کہا جانے لگے کہ لوگوں میں خیر ختم ہوچکی ہے''**

چنانچہ عمر کھڑے ہوگئے اور اُن دونوجوانوں کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا'' اب تم کیا کہتے ہو؟'' وہ بولے جبکہ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے'' اے امیر المؤمنین! ہم اِس شخص کی ایمانداری کی وجہ سے اِس کو معاف کرتے ہیں''... اُنہوں نے مزید کہا کہ **''ہمیں اِس بات کا ڈر ہے کہ کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ اب معاف کردینا لوگوں میں ختم ہوگیا ہے!''**

تب حضرت عمرؓ بولے جبکہ اُن کی داڑھی آنسوؤں سے تر تھی...'' اے نوجوانو! اللہ آپ کو آپ کے معاف کرنے پر جزائے خیر دے، اور اے ابوذرؓ اللہ آپ کو ایک مشکل وقت میں ایک شخص کے کام آنے پر آپ کو جزائے خیر دے اور اے شخص اللہ آپ کو بھی آپ کی ایمانداری اور اخلاص پر جزائے خیر دے''...

اور اے امیر المؤمنین! اللہ آپ کو بھی آپ کے انصاف اور شفقت پر جزائے خیر دے...

☆☆☆

<<<بقیہ صفحہ نمبر 21 سے

''...اور یہ کہ ہم حکمرانوں کے ساتھ تنازعہ نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ماسوائے جب تم کفر بواح دیکھو، جس کے متعلق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے قطعی دلیل موجود ہو۔'' **(مسلم)**

یہی وجہ ہے کہ اسلامی احکامات کے نفاذ میں کوئی سستی یا تدریج نہیں۔ کیونکہ ایک فرض اور دوسرے فرض یا ایک حرام اور دوسرے حرام کے درمیان کوئی فرق نہیں، نہ ہی ایک حکم اور دوسرے حکم کے درمیان کوئی فرق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سارے احکامات برابر ہیں۔ اس لیے ان کو بلا تاخیر اور بغیر انتظار و تدریج کے نافذ کرنا فرض ہے۔ ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہم پر بھی صادق آئے گا کہ:

﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ﴾ ''کیا تم کتاب کے بعض حصے پر ایمان لا کر بعض کا انکار کرتے ہو۔ تو جو اس طرح کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہوسکتی ہے کہ دنیاوی زندگی میں بھی رسوا ہو اور قیامت کے دن یہ سخت ترین عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے۔'' (البقرۃ:85)

کسی مسلمان خواہ حکمران ہو یا ایک عام فرد، کے لیے کسی بھی حکم شرعی کو نافذ نہ کرنے کا کوئی عذر نہیں سوائے اس کے کہ کوئی ایسی شرعی رخصت موجود ہو جو شرعی نصوص میں بیان کی گئی ہو۔ وہ عاجزی جسے شرعی نصوص رخصت قرار دیتی ہیں ایسی عاجزی ہے جو کہ حقیقی اور محسوس ہو یعنی حقیقی حالتِ اضطراب مثلاً جان جانے کا یقینی خطرہ (اکراهاً ملجئاً)، یا مثلاً وہ حالات جب رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے موقع پر قبیلہ غطفان کو مدینہ کی پیداوار کے تیسرے حصے کی پیش کش کی تھی، یا خلیفہ کا باغیوں کے ساتھ ثالثی کو قبول کرنا، یا جان جانے کے ڈر سے مردار کا گوشت کھانا۔

اس موضوع پر غور سے معلوم ہوگیا کہ تدرج کی یہ فکر ایسے لوگوں کی نمایاں شخصیات میں حالات کے دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ اس دباؤ سے نجات حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ایسے شرعی دلائل ڈھونڈے کہ وہ اس انداز سے دعوت کرنے کے لیے جواز پیش کرسکیں۔ یعنی انہوں نے پہلے ایک فکر کو اختیار کیا پھر تاویل کے ذریعے اس کے لیے شرعی دلائل ڈھونڈے اور ان دلائل کی ایسی تشریح کی کہ وہ ان کی فکر کے مطابق ہو جائیں۔ یہ طریقہ ہمیشہ انحراف کی ابتداء ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو تدریج کی فکر پر کاربند ہیں ہماری انہیں نصیحت ہے کہ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندر سے کمزوری کو نکال باہر کریں۔ پھر سے اپنے رب پر اعتماد کرتے ہوئے، اس پر راسخ ایمان رکھتے ہوئے شرع کی طرف رجوع کریں کیونکہ وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے وہی حالات کو بدلتا ہے، مستحق کی مدد کرتا ہے۔ وہ ایسا کریں تا کہ اس ایمان کے ذریعے وہ حالات کی سختی اور تنگی کا مقابلہ کر سکیں۔ اور اس ایمان کے نتیجے میں وہ حقیقت سے بلند ہوکر سوچ سکیں گے اور سچی دعوت کے راستے پر گامزن ہوجائیں گے۔ دعوت پر صحیح طور کاربند رہنے والوں اور مضبوطی سے دعوت کے درست طریقے کا التزام کرنے والوں کے حالات بہت جلد بدل جائیں گے۔ اور انہیں کسی قسم کی تدرج کی ضرورت نہیں ہوگی۔

تدرج کی طرف دعوت دینا غیر اسلامی چیز کی طرف دعوت دینا ہے، جو کہ حرام ہے۔ اس بنیاد پر دعوت دینے کی وجہ سے ایک غیر مسلم یا ناقص مسلمان اسلام کو فوراً اختیار کرنے میں تردد کا مظاہرہ کرے گا۔ اور اس تردد کی ذمہ داری تدرّج کی دعوت دینے والے شخص پر عائد ہوگی۔ کیونکہ وہ شخص اسے اسلام پیش ہی نہیں کر رہا۔ یہ اس روحانی اساس سے بھی بعید ہے جو کہ اللہ خالق و مدبر کے وجود پر ایمان پر قائم ہے، حالانکہ اسی روحانی اساس کی بنا پر حکم شرعی کو اختیار یا ترک کیا جاتا ہے۔ یہ خود دعوت دینے والوں کے خلاف ہی حجت ہے نہ کہ جن کو دعوت دی جا رہی ہے ان پر حجت قائم کی جائے۔

تدرج کی طرف دعوت دراصل شرع میں دخل دینا اور اپنی من مانی کرنا ہے۔ جس کے ذریعے لوگوں کو اس بات کی چھوٹ دے دی جاتی ہے کہ وہ اسلام کا جزوی نفاذ کریں، اس بات کو جواز بنا کر کہ ہم فوراً مکمل طور پر اسلام کو نافذ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم میں کمی بیشی نہ کریں۔ انسان کی مشکلات کے حل کو اس کا علیم وخبیر رب ہی بہتر جانتا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ تو پھر کس طرح ایک مسلمان کو اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ تدرج کی دعوت دے کر شریعت کے عمل میں دخل اندازی کرے۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ داعی کا کام صرف تنفیذ اور شرعی احکامات کی تبلیغ ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

تدرج کی طرف دعوت داعی کو غلط طریقہ فکر دیتی ہے جس کی بنیاد پر وہ دوسرے انسانوں کو بھی غلط دعوت دیتا ہے۔ نتیجتاً دوسرے لوگ بھی اس کو اختیار کریں گے جس کی وجہ سے اس کا طرزِ فکر بھی فاسد ہوجائے گا۔ پس اس طرزِ فکر کو تبدیل کرنا بھی لازمی ہے بالکل اسی طرح جیسے غلط افکار کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ طرزِ فکر کا تبدیل ہونا افکار کی تبدیلی سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ طرزِ فکر کی تبدیلی، تبدیلی کے عمل کا پیش خیمہ ہے۔ ہم اس وقت تک امت میں قابل اعتماد تبدیلی نہیں لا سکتے جب تک ہم اس کے طرزِ فکر کو تبدیل نہ کریں، خواہ یہ عمومی طور پر ہی ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ فکر و دعوت کا یہ فاسد طریقہ صحیح فکر کی جگہ لے لے۔

☆☆☆

حزب التحریر کے بانی اور پہلے امیر - شیخ تقی الدین النبہانیؒ

پھر مجھے پتہ چلا کہ دراصل میرے والد شیخ تقی کو عراقی حکام نے قتل کروایا ہے۔ پس انہیں شہادت کی موت نصیب ہوئی اور ان کا صلہ اللہ کے پاس ہے (شیخ تقی کے بیٹے کی جانب سے نومبر 2009 میں ڈنمارک میں دی جانے والی ایک تقریر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حزب التحریر کے بانی محمد تقی الدین بن ابراہیم بن اسماعیل النبہانیؒ 1911ء میں فلسطین کے ایک گاؤں حیفہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک علمی ماحول میں پلے بڑھے تھے۔ ان کے والد شیخ ابراہیم ایک فقیہ اور فلسطین اور دمشق میں اعلیٰ شرعی عہدوں پر فائز رہے تھے۔ ان کے دادا ایک ایسے فقہی سکالر تھے جن کا عربی زبان کی سائنس اور اصولِ فقہ سے متعلق علم ایک بحرِ بیکراں کی طرح تھا۔ تاہم انھوں نے کوئی کتاب یا تحریری مواد ورثے میں نہ چھوڑا بلکہ فتاویٰ دینے اور جامعہ الاظہر اور مراکش و تیونس کے علماء کی مجالس میں شرکت پر ہی قانع رہے۔ جہاں تک ان کے نانا، یوسف النبہانی، کا تعلق ہے تو وہ علم اور سیاست دونوں میدانوں میں بہت پر جوش انداز میں متحرک رہے۔ وہ عثمانی ریاست کے مسلک پر ایک صوفی تھے۔ انھوں نے لبنان اور دوسری جگہوں پر فقہ اور شاعری میں کافی کام کیا، ان کی کہی ہوئی نظموں کی تعداد پانچ سو سے زائد ہے۔ یہ یوسف النبہانی ہی تھے جنہوں نے اپنے پوتے کی صلاحیتوں کو دریافت کیا اور ان کو اپنے خرچ پر جامعہ الاظہر تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ شیخ تقی کی والدہ محترمہ کا نام تقیہ تھا اور انہیں اسلامی علوم سے اعلیٰ واقفیت تھی یہاں تک کہ عورتیں ان سے فتویٰ لینے کی غرض سے آیا کرتی تھیں۔ تاہم وہ کچھ لکھنے سے قاصر تھیں کیونکہ نباتاتی علاج کی مہارت کا دعویٰ کرنے والی ایک عورت نے ان کا غلط علاج کیا جس سے وہ قوت بینائی سے مکمل محروم ہوگئیں۔ یہ وہ ایمان افروز ماحول تھا جس میں شیخ تقی الدین النبہانی نے پرورش پائی۔ وہ اپنے نانا شیخ یوسف النبہانی کے بہت قریب تھے، اور جب بھی وہ گرمیوں میں استنبول یا لبنان سے اپنے گاؤں آتے تھے تو شیخ تقی ان سے بہت کچھ سیکھتے۔ دس سال کی عمر میں ہی شیخ تقی نے قرآن پاک حفظ کر لیا تھا، اور دس سال کی عمر سے پہلے ہی وہ فقہ کی کتابوں کے مطالعے کے شغل میں مگن ہو چکے تھے۔ انھوں نے دس سال کی عمر سے پہلے ہی شعر کہنا بھی شروع کر دیئے تھے۔ وہ بہت کم عمر میں ہی بہت سے میدانوں میں انتہائی پر اعتماد ہو چکے تھے۔ وہ اس قدر بہادر تھے کہ اپنے گاؤں کے اطراف میں کھیلنے کے دوران وہ بھیڑیوں، جنگلی کتوں اور سانپوں کو مار بھگاتے۔ جلد ہی اپنے ہم عصروں میں ان کی لیڈرشپ قائم ہو چکی تھی۔ وہ قرآن کے حفظ، شعر کہنے اور فقہ کے مطالعے میں خصوصی شوق رکھتے تھے۔

ان کے نانا شیخ یوسف النبہانی نے انھیں 16 سال کی عمر میں جامعہ الاظہر بھیج دیا اور انھیں پانچ عثمانی سونے کے سکے دیئے تاکہ وہ الاظہر اور شعبہ سائنس (علوم اسلامیہ) میں اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔ خلافت کے زوال کے بعد مصر میں سیاسی صورتحال غیر مستحکم تھی۔ حالات یوں تھے کہ کچھ لوگ خلافت کی قیام کا مطالبہ کر رہے تھے۔ شیخ تقی اس ماحول سے متاثر ہوئے، جس میں دو گروہ بن چکے تھے؛ ایک گروہ اسلام کی واپسی کا مطالبہ کر رہا تھا، جبکہ دوسرا گروہ مغربی فلسفوں کی غلیظ ثقافت میں لتھڑا ہوا تھا۔ آپ نے شاعر احمد شوقی کی حمایت کی جو اپنی فصیح و بلیغ اور پُر اثر شاعری سے خلافت کے دور کی یادیں تازہ کر رہا تھا اور اس کے زوال کے نوحے سنا رہا تھا۔ آپ اس کے ہر سیمینار میں جانے کے متلاشی تھے کیونکہ آپ کو خود بھی بچپن سے شاعری کا زبردست ذوق تھا۔ اور آخر کیسے ممکن تھا کہ وہ اس کے مداح نہ ہوتے کیونکہ شوقی اپنے دور میں شاعری کا بے تاج بادشاہ تھا۔ تقی الدین النبہانی سیاست میں گہرے لگاؤ اور جوش و جذبے کے باوجود کسی گروہ یا جماعت میں شریک نہ ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ تمام جماعتیں اس مقصد سے بہت دور تھی جو شیخ تقی کے دل میں انتہائی گہرائی سے پنہاں تھا اور وہ تھی خلافت کی محبت، جس کا انہدام صرف چند سال پہلے ہوا تھا۔

تاہم سیاست سے ان کا گہرا لگاؤ اور جوش جذبہ، جامعہ الاظہر میں ان کی اعلیٰ تعلیم کی راہ میں حائل نہ ہو سکا۔ مصر میں ان کے قیام کے دوران ان کے والد کا 'الزم' گاؤں میں انتقال ہوا۔ انتقال کی خبر سنتے ہی وہ شاک کی حالت میں فوراً واپس گاؤں پہنچے۔ ان کے والد کی عمر اس وقت 48 سال تھی۔ والد کے انتقال کے بعد، 1932ء میں ان کے نانا شیخ یوسف النبہانی کا بھی انتقال ہو گیا، جن کی عمر 90 برس تھی۔ اس کے بعد وہ واپس الاظہر آئے اور تعلیم جاری رکھی، اور **پوری یونیورسٹی (جامعہ الاظہر) میں اول پوزیشن حاصل کی**۔ اس پر فلسطین کے ایک اخبار نے اپنے صفحۂ اول پر یہ سرخی لگائی: ''فلسطین کی جانب سے شیخ تقی الدین کو مبارکباد''۔

آپ 1933ء میں فلسطین واپس آئے اور حیفہ کی شریعہ کورٹ میں کاتب کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ پس آپ کے خاندان کو حیفہ منتقل ہونا پڑا کیونکہ آپ اپنے خاندان کے واحد کفیل تھے۔ جب 1936ء میں شہید عز الدّین القاسم کی قیادت میں بغاوت ہوئی تو آپ نے اس کا ساتھ دیا۔ آپ ریلیوں سے خطاب کرتے اور عوام کو برطانیہ کی حکمرانی کے خلاف ابھارتے، جو فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کے اصل منتظم تھے۔ عز الدّین القاسم بھی آپ کی تقریروں سے حد درجہ متاثر ہوئے اور تقریر کے بعد ستائش اور حمایت میں آپ کا کندھا تھپتھپاتے۔ اسی طرح شیخ تقی بھی عز الدّین القاسم کے سیاسی شعور اور بہادری سے متاثر تھے خصوصاً ان کی اس سیاسی شعور سے، کہ اصل سانپ برطانیہ ہے نہ کہ یہودی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ تقی نے پورے اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ تاہم انگریز بہر حال لوگوں کی توجہ یہودیوں کی جانب موڑنے میں کامیاب رہے، جنہیں انگریزوں نے کھل کر اسلحے اور گولہ بارود سے لیس کیا تھا۔

شیخ تقی نے حیفہ کے ایک تاجر علی میاسی کی بیٹی سے 1939ء میں شادی کی، کچھ عرصے بعد بیسان

شہر میں ان کی شرعی قاضی کے عہدے پر ترقی ہوگئی۔ اگلے سال ان کا پہلا بیٹا ابراہیم پیدا ہوا، جس کے بعد آپ یافا کے شہر منتقل ہوئے اور دو سال وہاں رہے، جہاں اللہ نے انہیں دوسرے بیٹے سے نوازا، جس کا نام ان کی بیوی نے تاج الدین رکھا۔ آپ مختصر وقت کیلئے حیفہ آئے جس کے بعد آپ الخلیل منتقل ہو گئے، آپ دو سال وہاں رہے۔

شیخ شہر بھر میں لوگوں کے محبوب تھے۔ اس شہر میں ایک بھی یہودی نہیں بستا تھا۔ ایک بار شہر کا عامل محمد علی الجباری ان سے ملنے آیا، وہ ان سے ایک ذاتی عدالتی معاملہ پر بات کرنے آیا تھا۔ شیخ تقی نے ملنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ''میں عدالت کے معاملات عدالت کے باہر نہیں سنتا۔'' غصے میں آ کر ناظم نے ان کے شہر سے باہر نکلنے کا حکم دے دیا۔ اس واقعے کے پسِ پردہ ایک سیاسی وجہ تھی۔ دراصل اردن کا بادشاہ عبداللہ 'الخلیل' شہر کے دورے پر آیا تو شیخ تقی الدین النبہانی کے سوا ہر ایک اس کے استقبال کو گیا، ان کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا کیونکہ وہ شہر کے واحد قاضی تھے۔ ناظم کو اس بات پر شدید خفت اٹھانی پڑی تھی اسلئے اس نے شیخ تقی کو شہر سے نکالنے کا مطالبہ کیا تھا۔

شیخ یہاں سے آخر کار رملہ پہنچے جہاں 1947ء میں انھیں رملہ اور اللد کا قاضی مقرر کیا گیا۔ یہ رملہ ہی تھا جہاں شیخ یہودیوں کے خلاف سیاسی اور عسکری محاذ پر زیادہ متحرک ہوئے خصوصاً انگریزوں کے انخلاء اور یہودیوں کے حق میں اقوام متحدہ کی قرارداد کے بعد۔ شیخ نے رملہ اور اللد کے نوجوانوں کو جمع کیا جس میں سے کچھ مجھے ابھی بھی یاد ہیں جیسے کہ داؤد ہمدان، نمر المصری، ابراہیم ابودیا، غسین کا ایک شخص اور کچھ اور جن کے نام مجھے یاد نہیں۔ یہ گروہ **سپریم عرب اتحاد فار فلسطین** کے خلاف تھا جس کی قیادت برطانیہ کا جاسوس الحاج الامین الحسینی کر رہا تھا۔ وہ یونس البحری کے ساتھ مل کر ہٹلر کی جاسوسی کیا کرتا تھا، یونس البحری ''عربک برلن'' کا براڈ کاسٹر تھا۔

مضحکہ خیز طور پر ہٹلر کی انٹیلی جنس کے ایجنٹ ان کے منصوبوں کا پتہ ہی نہ چلا سکے۔ تاہم حسن سلامہ نے ان کے منصوبوں کو بھانپ لیا اور وہ فلسطین سے برطانوی انخلاء کے بعد سونے سے بھری ہوئی 20 چادریں لے کر فلسطین واپس آیا، تاکہ اس سے اسلحہ خرید کر یہودیوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ شیخ تقی الدین النبہانی کے گروہ کے کچھ لوگوں کے سوا کسی کو اس کا علم نہ تھا، جو کہ اسلحہ خریدنے کے لیے شام کے سفر پر تھا۔ اس وقت کے وزیر جمیل مردام نے مجاہدین کی مدد کیلئے دو لاکھ شامی سکوں کی پیش کش کی لیکن شیخ تقی نے انکار کر دیا۔ وہ رملہ واپس آئے اور وہاں سے مصر گئے تاکہ وہاں سے اسلحہ خرید سکیں۔ وہ واپس اپنے ساتھیوں کے پاس آئے جو چھت پر اسلحے کو ٹیسٹ کر رہے تھے، اور ان سے کہا: ''ہمیں ہر صورت اپنے چیزوں کا خود ہی انتظام کرنا ہوگا۔'' وہ سب منصوبے کو سمجھ گئے تھے اور اسلحے کے ڈیلروں کو تلاش کرنے لگے تاکہ ان سے اسلحہ خرید سکیں۔ انھوں نے نوجوانوں کو عسکری تربیت دینی شروع کی اور یہود کے ساتھ عسکری معرکے شروع کر دیئے۔ ان معرکوں میں انھیں اسلحہ یہاں تک کہ فوجی گاڑیاں بھی غنیمت میں ملیں۔ حسن سلامہ تاہم تل ابیب جانے کی کوششوں میں رملہ کے قریب ایک معرکے میں شہید ہو گئے۔ ابراہیم ابودیا بھی کمر میں گولی لگنے سے زخمی ہو گئے، انھیں بیروت کے ایک ہسپتال لے جایا گیا جہاں وہ چار سال کے بعد انتقال کر گئے۔ اس کے بعد اردن کی فوج رملہ اور اللد سے پیچھے ہٹ گئی اور اسے یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ پس تمام لوگوں کو ہجرت کرنی پڑی، اور شیخ تقی بھی ان کے ساتھ ہجرت کر کے وہاں سے نکل آئے۔ شیخ القدس چلے گئے اور وہاں سے دمشق سے ہوتے ہوئے بیروت چلے گئے جہاں ان کے خاندان والے رہائش پذیر تھے۔ ان طوفانی واقعات کے بعد آپ نے ''انقاذ فلسطین'' کے نام سے کتاب لکھی، اور اس کے بعد ''رسالۃ العرب'' لکھا جو عرب بادشاہوں اور صدور کے نام تھا۔ اسی دوران انھیں مغربی کنارے کی شرعی عدالتوں کا صدر مقرر کر دیا گیا۔ تاہم وہ نئی ملازمت کی وجہ سے بھی سیاست میں سرگرم کردار ادا کرنے سے پیچھے نہ ہٹے۔ آپ نے نابلس میں ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے شاہ عبداللہ پر شدید تنقید کی اور اس پر رملہ اور اللد کو یہودیوں کے حوالے کرنے کی غداری کا الزام لگایا۔ شاہ عبداللہ نے اردن اسے اپنے محل بلایا اور اس سے ان کے نانا شیخ یوسف النبہانی کے بارے میں نرمی سے گفتگو کی تاکہ اس کی ہمدردی حاصل کی جا سکے اور اس کے بعد اس کے خطبے پر شیخ تقی کو شدید جھڑکا جو آپ نے نابلس میں دیا تھا۔ تاہم شیخ النبہانی خاموش رہے اور ایک لفظ بھی نہ کہا۔ جب وہ جانے کیلئے اٹھے تو شاہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ شیخ تقی اسے بوسا دے، تاہم شیخ تقی نے صرف ہاتھ ملانے پر اکتفا کیا، جس پر غصے میں آ کر شاہ نے اپنے محافظوں کو شیخ تقی کی گرفتاری کا حکم دیا۔ آپ جعفر جیل میں 90 دن تک قید رہے جو کہ صحرا میں تھی۔ انہیں ان کی ملازمت سے معزول کرنے کے بعد رہا کر دیا گیا۔

1952ء میں آپ نے اپنے ذہن کو صفحہ قرطاس پر منتقل کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران آپ اردن کی ایک اسلامی یونیورسٹی میں استاد کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ آپ اپنی سوچ کو اپنے قابل اعتماد شاگردوں کو منتقل کر رہے تھے۔ اس طرح حزب کا پہلا حلقہ وجود میں آیا جس میں نمر المصری، داؤد ہمدان اور شیخ احمد داؤد شامل تھے اور یہ حلقہ القدس میں منعقد ہوتا تھا۔ آپ نے ایک جگہ کرائے پر لی تاکہ وہ حزب کا مرکز بن سکے اور اپنے ہاتھوں سے اس میں پوسٹر جس پر ''حزب التحریر'' لکھا تھا، آویزاں کیا۔ یہاں سے آپ نے غربی کنارے اور اردن کے تمام شہروں میں لگن، مستعدی اور پرجوش انداز سے سرگرمیاں شروع کر دیں۔ اس پکار کو زبردست اور پرجوش رسپانس ملا۔ یہاں سے آپ دمشق، بغداد اور بیروت گئے جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے حزب میں شمولیت اختیار کی، جس میں شامی پارلیمنٹ کے 12 ڈپٹی (ممبر پارلیمنٹ) بھی شامل تھے۔

اسی اثناء میں، جمال عبدالناصر (مصر میں غدارِ اُمت) معاشرے میں اترا اور 1955ء میں وہ مقبولیت حاصل کرنے لگا۔ حزب نے اس کے امریکہ کے ساتھ تعلقات کو دریافت کر لیا، لیکن جمال عبدالناصر کی عوام کے ذہنوں پر اثر انداز ہونے کے باعث عوام میں حزب کی مقبولیت گھٹنے لگی، لوگوں کا دباؤ اور شباب کے خاندانوں کا دباؤ بڑھنے لگا، یہاں تک یہ معاملہ حزب کی لیڈر شپ تک پہنچ گیا۔ نمر المصری اور شیخ ہمدان کی جانب سے یہ رائے ظاہر کی گئی کہ عبدالناصر کو چیلنج کرنے سے حزب کو زوال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ بحث کئی دنوں تک جاری رہی، نتیجتاً شیخ تقی نے دونوں کو حزب سے نکال دیا اور ان کی جگہ شیخ داؤد اور شیخ عبدالقدیم زلوم کو قیادت کا حصہ بنایا۔

آپ (شیخ تقی الدین) عوام کی جانب سے

شدید ردعمل کے باوجود اس راہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہے جو کہ عبد الناصر کے خطوط، کالم نویسوں اور مصری، برطانوی اور امریکی ایمبیسی کے ففتھ کالم ایجنٹوں سے سخت متاثر تھے۔ تاہم اردن، شام، لبنان اور عراق کے سینکڑوں نوجوان ان 'ناصری' طوفانوں کے سامنے مستقل مزاجی کے ساتھ کھڑے، وہ پمفلٹ تقسیم رہے، باوجود یہ کہ عوام کی اکثریت انہیں مسترد کرتی رہی اور انہیں عوام کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔

اردن میں انٹیلی جنس کے تعاقب کے باعث شیخ تقی الدین النبہانی 1955ء میں شام منتقل ہوگئے۔ 1956ء میں ان کا شام کا ویزہ بھی مسترد کر دیا گیا، جس کے بعد آپ لبنان منتقل ہوگئے۔ بیروت، لبنان میں آپ کو 1957ء میں تین ماہ کیلئے قید بھی کیا گیا۔ ان کو عدالت میں پہلی پیشی پر ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ پیشی پر جب اپنے دفاعی بیان کا آغاز اس جملے سے کیا: ''ہم دنیا کہ ایک خاص نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں''، تو جج نے آپ کو مزید بات کرنے پر پابندی عائد کردی۔ اس پر باہش تقی الدین، جو لبنان میں اپنے مضبوط سیاسی کردار کے باعث جانے جاتے تھے، نے شیخ تقی کی جانب سے بات کی، یہاں تک کہ وہ جج کے کمرے میں گھس گئے اور دروازے کو ٹھوکر مار کر کھولا اور کہا: ''تم میرے کلائنٹ کی رہائی کا حکم ابھی اور اسی وقت جاری کرو گے!''۔ شیخ تقی الدین پر الزام یہ تھا کہ ''انھوں نے ایک غیر قانونی گروہ میں شمولیت اختیار کی ہے جس نے سیاسی تصادم کو جنم دیا ہے۔'' حزب نے لبنان میں ایک عیسائی سے اخبار ''حضارہ'' [تہذیب] 6 مہینے کیلئے کرائے پر بھی حاصل کیا تھا۔ تاہم چھ ماہ کی مدت گزرنے پر اخبار کے مالک نے اس کنٹریکٹ کو مزید جاری رکھنے سے انکار کر دیا، یوں یہ اشاعت رک گئی۔ حزب کی طرف سے اس اخبار کی اشاعت نے عیسائیوں میں شدید غصے کو جنم دیا تھا خصوصا ایک گروہ ''کتائ'' اور ایک شخص کمیل شمعون میں، جو کہ اس وقت ریپلک کا چیئرمین تھا۔ شیخ تقی الدین کی گرفتاری دراصل اسی وجہ سے عمل میں آئی تھی۔

1958ء میں مصر کے جمال عبدالناصر کی شہ اور عملی مدد سے لبنان میں ایک مقبول انقلاب وقوع پذیر ہوا۔ حزب کا کام تقریباً رک گیا کیونکہ کمیل شمعون کی لبنانی فوج اور مسلم انقلابیوں کے درمیان لڑائیوں کے باعث امن وامان کی صورتحال انتہائی ابتر ہو چکی تھی۔ تاہم حزب سیاسی پمفلٹ تقسیم کرتی رہی جس میں اس انقلاب کے پیچھے امریکی ہاتھ کو بے نقاب کیا گیا تھا اور کمیل شمعون کو لبنان میں پہلے امریکی ایجنٹ کی صورت میں آشکار کیا گیا تھا۔ شام، جو کہ اس وقت مصر کا اتحادی تھا، نے رقم، اسلحے اور افراد سے مزاحمتی قوتوں کی مدد کی۔ اسی سال شمعون کا چہرہ اس وقت مفلوج ہو گیا جب وہ شیخ عبد القدیم زلومؒ سے ملنے کیلئے واش روم سے باہر نکلا اور ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے چہرے پر لگا۔ وہ بیروت کے ایک ہسپتال میں خفیہ علاج کیلئے داخل ہو گیا جہاں چند ماہ کے علاج سے معمولی بحالی ہی ہو سکی، اس نے علاج جاری نہ رکھا اور ایک اخباری مضمون میں یہ پڑھنے کے بعد کہ سیکیوریٹی فورسز چند دنوں میں اسے گرفتار کرنے والی ہیں، روپوشی میں چلا گیا۔ وہ موت تک روپوشی میں ہی رہا۔

شیخ تقی الدین النبہانی کی روپوشی کی مدت 1959ء کے اواخر میں شروع ہوئی، جب وہ بیروت کے علاقے برج البراجناہ میں حزب کے ایک شاب کے گھر منتقل ہوگئے۔ وہ دو مہینے وہاں رہے جس کے بعد وہ طرابلس میں ایک خالی علاقے میں منتقل ہو گئے جسے ''القبہ'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہاں پر صرف تین عمارتیں تھیں۔ ہم اکثر ہفتے میں ایک بار ان سے ملنے جایا کرتے تھے، سیکیوریٹی خدشات کی بنا پر ہم میں سے ہر ایک مختلف موقع پر جاتا۔ مستقل ملاقاتیوں میں شیخ عبدالقدیم زلوم، لطفی اور عبدالہادی، جو کہ القبہ کے قریب رہتے تھے، شامل تھے۔ شیخؒ حالات سے واقف رہنے کیلئے لبنانی رپورٹوں، ریڈیو کی خبروں اور لبنان، اردن، عراق، مصر، سوڈان کے پارٹی ممبران اور جرمنی کے شباب جن میں فادی خالد اور فادی عبداللہ شامل تھے، کی جانب سے قابل اعتماد ذرائع سے حاصل کردہ خصوصی رپورٹوں سے استفادہ کرتے تھے۔ پھر اچانک وہ ہوا جس کی امید نہ تھی۔ پورچ میں کھڑے تاج الدین نے ایک سیکیوریٹی گاڑی کو بلڈنگ کے مین گیٹ پر آتے دیکھا۔ دو افراد جنھوں نے خاکی یونیفارم پہن رکھا تھا، گاڑی سے نکلے اور بلڈنگ میں داخل ہوئے۔ تاج الدین دوڑ کر اپنے والد (شیخ تقی) کے پاس آئے اور جو کچھ انھوں نے دیکھا وہ بتایا۔ والد نے انھیں کہا کہ خاموشی سے بیٹھ جاؤ اور انتظار کرو۔ تقریباً 15 منٹ کے بعد والد نے انھیں کہا کہ باہر جاؤ اور دیکھو کہ گاڑی موجود ہے کہ نہیں؟ تاہم گاڑی جا چکی تھی۔ انھوں نے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ فوراً بیروت میں گھر جائے اور آج کے بعد نہ وہ اور نہ ہی گھر کا کوئی اور فرد ادھر آئے۔ شیخ تقی حزب کے شاب شیخ طالب کی جانب منتقل ہوگئے، جنھوں نے اپنے گھر کے ساتھ ایک اور گھر 'الملولہ' میں ان کیلئے کرائے پر لے لیا۔ ان کے گھر کے اوپر والے پورشن میں ایک عورت ان کی ٹوہ میں رہنے لگی اور شیخ اور دیگر شباب کے بارے میں اتھارٹی والوں کو بتا دیا جو شیخ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ جب اتھارٹی والے آئے اور گھر کی تلاشی لی، تو انھیں کچھ بھی نہ ملا یوں وہ وہاں سے ناکام ونامراد رخصت ہوگئے۔ اس کے بعد شیخ تقی اور شیخ عبدالقدیم زلوم نے علماء والا پوشاک ترک کر دیا اور نارمل کپڑے پہننے لگے۔

آپ بیروت کے علاقے 'النباء' میں منتقل ہو گئے جہاں حزب کے شباب کثرت سے آباد تھے۔ اس کے بعد شیخ تقی اور شیخ زلوم دعوت کی غرض سے عراق گئے، اور ایسا ہوا کہ عبدالسلام عارف، جو کہ جمال عبد الناصر کا مداح تھا، وہاں پر حکمران بن گیا۔ تاہم وہ کسی کا کوئی خاص اتحادی نہ تھا۔ شیخ تقی الدین النبہانی نے ایک وفد تیار کیا اور اسے ہدایات دے کر اس کے پاس بھیجا کہ وہ اسے حزب کے افکار واضح کریں اور اس سے مطالبہ کریں کہ وہ اقتدار حزب کے حوالے کرے (یعنی حزب کو نصرہ دے) تا کہ اسلام کو نافذ کیا جا سکے۔ تاہم وفد کے ارکان نے اس تک حزب کے نظریات پہنچانے پر ہی اکتفاء کیا لیکن اس سے اقتدار حزب کے حوالے کرنے کا مطالبہ ہی نہ کیا۔ جس کہ جواب میں عبدالسلام نے وفد سے کہا کہ وہ عراق میں کام جاری رکھیں اور انھیں یہاں کسی قسم کی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، کیونکہ وہ خلافت کے دوبارہ قیام کی سوچ سے متاثر ہوا تھا۔ وفد کی کارگزاری پر امیر حزب التحریر شیخ تقی الدین النبہانی کو غصہ آیا اور انہوں نے کہا: ''مجھے اس معاملے کیلئے خود جانا چاہئے تھا'' یہ نصرہ حاصل کرنے کی پہلی کوشش تھی۔

5 جون کو اردن کی فوج سے نصرہ ملنے میں ناکامی کے بعد 1967 میں امیر حزب عمان (اردن) منتقل ہوگئے۔ اردن کی فوج میں حزب کے کئی شباب موجود تھے اور انھوں نے اس دعوت پر لبیک کہا اور

اردن میں حکومت کو اکھاڑ نے اور خلافت کے قیام کے منصوبے پر کام شروع ہوگیا۔ 69-1968 کو آدھی رات کے وقت وہ فوجی جو ریڈیو کی نشریات پر نگران تھا اور اس نے ریڈیو نشریات کو اردن کی حکومت سے بچانا تھا، خوفزدہ ہوگیا۔ جبکہ اس فوجی کے اشارہ پر ہی دوسرے فوجیوں نے اس وقت حرکت میں آنا تھا جب وہ ریڈیو پر نمبر ''ایک'' کا لفظ کہتا۔ پس وہ خوفزدہ ہو کر بادشاہ کے محل گیا اور شاہ حسین کو جگایا اور اسے حزب کے منصوبے سے آگاہ کردیا۔ شاہ حسین فوری طور پر حرکت میں آیا اور اس نے اردن کے ہر حصے کو قابو میں رکھنے کے لیے فوج کو بھیج دیا۔ حزب کے دوسرے ممبران جو کہ مختلف یونٹوں میں موجود تھے جب انھوں نے نمبر ''ایک'' کا اشارہ نہیں سنا تو وہ حرکت میں نہیں آئے اور اس طرح حکومت کو گرانے کا یہ منصوبہ ناکام ہوگیا۔

شاہ حسین کی حکومت کمزور ہورہی تھی اور قبائل بادشاہ حسین کی حمایت سے دستبردار ہوگئے کیونکہ انھیں بادشاہ حسین کی غداری کا علم ہوگیا تھا کہ اس نے مغربی کنارے کو یہودیوں کے حوالے کردیا ہے اور شام کے خلاف جنگ میں یہودیوں کی مدد کی ہے، اس صورتِ حال میں حزب نے ایک بار پھر حکومت کو گرانے کا منصوبہ بنایا۔ اسی سال یکم اکتوبر کو حکومت کو گرانے کا ایک اور منصوبہ بھی ناکام ہوگیا، اس منصوبے میں فتح گروپ کے ممبران بھی شامل تھے۔ اس منصوبے کی ناکامی کی وجہ یاسر عرفات تھا۔ یاسر عرفات کو اس منصوبے کا علم فتح کے ایک رہنما ابو صالح کے ذریعے ہوا۔ ابو صالح کو اس منصوبے کا علم دو فوجیوں کے ذریعے ہوا۔ ابو صالح نے ان دو فوجیوں کا اعتماد یہ کہہ کر حاصل کیا کہ وہ یاسر عرفات اور بادشاہ حسین کے خلاف ہے۔ یاسر عرفات ذاتی طور پر بادشاہ حسین کے پاس گیا اور اسے حکومت گرانے کے اس منصوبے سے آگاہ کیا۔ حسین نے اس منصوبے میں شامل فوجیوں کی گرفتاری کا حکم جاری کردیا۔ منصوبہ ناکام ہوگیا اور انٹیلی جنس کے اہلکاروں نے حزب کے بانی اراکین میں سے ایک رکن شیخ احمد الدور کو گرفتار کرلیا اور بدترین تشدد کا نشانہ بنایا۔ پھر یہ اہلکار نمر ابو طاحہ کو گرفتار کرنے ان کی لوہے کی دکان پر گئے اور انہیں اپنے ساتھ چلنے کو کہا۔ ابو طاحہ نے ان سے جیکٹ پہننے کی اجازت مانگی اور اس بہانے اپنے گھر فون کیا اور کہا: ''میں حکومتی اہلکاروں کے ساتھ آرہا ہوں''۔ اہلکاروں نے ان کی یہ بات سن لی اور انھیں بہت مارا پیٹا۔ فون کی دوسری جانب امیر حزب شیخ تقی، شیخ عبدالقدیم زلوم، عبدالحمید زلوم، ابراہیم الشربانی اور کئی دوسرے لوگ موجود تھے جو ابو طاحہ کی بروقت ذہانت بھری چال سے وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔

اس کے بعد امیر حزب شیخ تقی بغداد منتقل ہوگئے اور نصرہ حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے شباب سے کہا کہ وہ جلدی کریں مگر احتیاط کے ساتھ۔ پھر وہ عمان (اردن) واپس آگئے جہاں 1970 کے اوائل میں اردن کی فوج اور فدائین کے درمیان صورتحال خراب ہوتی جارہی تھی۔ صورتحال اس وقت مزید خراب ہوگئی جب الجبہ الشعبیہ نے تین یورپی طیاروں کو اغوا کرلیا اور پھر انھیں تباہ کردیا۔ اس واقع کے بعد زبردست جنگ ہوئی جس میں پچیس ہزار لوگ مارے گئے۔ ان واقعات کا اختتام اس وقت ہوا جب قاہرہ میں عرب کانفرنس بلوائی گئی۔ اس صورتحال کی وجہ سے عبدالناصر دل کے دورے سے مر گیا۔ فدائین نے اہراج جراس کی طرف ہجرت کی اور اردنی فوج نے عمان میں موجود ایک ایک عمارت کی تلاشی لینا شروع کی۔ جس وقت تلاشی کا عمل جاری تھا، شیخ تقی اس بات سے بچنے کے لیے کہ وہ پہچانے جائیں، ایک ہسپتال میں روپوش تھے۔ اس ہسپتال میں حزب کا ایک شاب ڈاکٹر کے طور پر کام کرتا تھا۔ فوجی اس ہسپتال میں فدائین کی تلاش میں آئے۔ ڈاکٹر نے شیخ تقی کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور فوجیوں سے کہا کہ ''یہ ایک بوڑھا آدمی ہے یہ فدائی نہیں ہوسکتا''۔ اس کے باوجود انھوں نے غسل خانے کی تلاشی لی اور چلے گئے۔ جب صورتحال میں استحکام آیا تو شیخ تقی نے ہسپتال چھوڑ دیا اور بیروت کی طرف چلے گئے جہاں انھیں اپنی والدہ کے انتقال کی خبر موصول ہوئی اور وہ بہت افسردہ ہوگئے۔ اس کے بعد وہ ایک گاؤں ''مکین'' منتقل ہوگئے جہاں سے وہ روزانہ پیدل عبدالقدیم زلوم کے ساتھ پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود شہر ''عالے'' میں عبدالہادی فاعور سے ملنے جاتے تھے جو وہاں پر ریاضی کے ایک استاد کے طور پر کام کرتے تھے۔

پھر شیخ تقی بغداد گئے جہاں پر 1968 میں ایک لاکھ افراد پر مشتمل ایک ملیشیا قائم کی جاچکی تھی جس کا مقصد بعث پارٹی کی حکومت کو قائم رکھنا تھا۔ انھوں نے اس ملیشیا کے تقریباً اسی (۸۰) فوجیوں سے ملاقات کی، ان فوجیوں اور امیر حزب کے درمیان بات چیت تقریباً آٹھ گھنٹے تک جاری رہی جس کے بعد ان فوجیوں نے قسم کھائی کہ وہ ریاست خلافت کے قیام کے لیے حزب کو نصرہ دیں گے۔

اس کے بعد شیخ تقی بیروت واپس آگئے اور ''بحر العبد'' کے علاقے میں رہنے لگے جو کہ اس وقت حزب اللہ اور محمد حسن فضل اللہ کا مضبوط گڑھ تھا۔ یہ علاقہ ان کے لیے محفوظ تھا جہاں وہ حکام کی نگاہوں سے دور رہ سکتے تھے۔ یہاں رہ کر امیر حزب نے ایک بار پھر فتح کے مخلص ممبران کی حمائت حاصل کرنے کی کوشش شروع کی جو کہ یاسر عرفات کے خلاف تھے۔ ان میں سعد سیال، ابو داود، ابو اکرم اور ابو موسیٰ شامل تھے۔

1972 کے اوائل میں شیخ تقی نے بغداد کا سفر اختیار کیا تا کہ حکومت کو گرانے کے منصوبے کو آخری شکل دی جاسکے۔ وہ ایک شاب کے گھر پر قیام پزیر ہوئے۔ اسی دوران ایک واقع پیش آیا۔ ہوا یہ کہ ایک شاب احمد صابرہ نے بیروت سے بغداد کا سفر اختیار کیا۔ ان کے پاس کچھ خطوط تھے جو کہ مختلف علاقوں کے ذمہ دار بیروت بھیجتے تھے۔ صابرہ کی ہوائی اڈے پر تلاشی لی گئی اور ان سے کچھ برآمد نہیں ہوا۔ لیکن جس وقت انہیں وہاں سے جانے کی اجازت ملنے والی تھی ایک سپاہی نے ان سے کہا کہ جو نقدی وہ لے کر جارہے ہیں اسے دوبارہ دکھائیں، جسے وہ پہلے بھی دیکھ چکے تھے اور کچھ برآمد نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب غور سے دیکھنے سے انھیں ایک لفافہ ملا جس میں خطوط تھے۔ صابرہ کو گرفتار کرلیا گیا اور بہت مارا پیٹا گیا اس وقت تک جب تک کہ انھوں نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ وہ یہ خطوط ڈاکٹر خلیل کے لیے لے جارہے تھے۔ جس کے بعد ڈاکٹر خلیل کو بھی گرفتار کرلیا گیا اور انہیں بھی بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا لیکن انھوں نے کسی بات کا اقرار نہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد ڈاکٹر خلیل کی بیوی اور بہن کو ان کے پاس لایا گیا اور ان سے قید خانے میں ملاقات کی۔ بیوی اور بہن نے بتایا کہ انھیں دھمکیاں دی جارہی ہیں کہ انہیں ان کے گھر سے نکال دیا جائیگا۔ اس بات پر وہ غم و غصے سے پاگل ہوگئے اور اپنے رابطے کے بندے (امیر حزب) کی جگہ کی نشان دہی کردی

لیکن امیر حزب کی شکل وصورت کے متعلق درست معلومات نہ دیں۔ شیخ تقی کو گرفتار کر لیا گیا اور بد ترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کے سر پر اس قدر ضربیں لگائی گئیں کہ وہ کئی دفعہ بے ہوش ہوئے۔ ہر بار بے ہوش ہونے پر ان پر پانی پھینکا جاتا اور ہوش میں آنے پر ان سے سوال کیا جاتا ''تم کون ہو؟'' جس پر وہ جواب دیتے کہ ''میں محمد فراج ہوں''۔ یہ وہ نام تھا جو کہ ان کے پاسپورٹ پر تحریر تھا۔ ان کے ساتھ قید خانے میں دو ایجنٹوں کو قیدیوں کے روپ میں رکھا گیا تھا جو کہ اس بات کا دعوی کرتے تھے کہ وہ حزب کے مقصد کی حمایت کرتے ہیں۔ لیکن شیخ کو ان پر شک تھا۔ ایک فوجی آتا اور وہ ان دو قیدیوں سے پوچھتا ''کیا اس شخص نے اقرار کر لیا ہے؟'' اور پھر وہ شیخ کو زوردار ٹھوکر مارتا۔ کچھ عرصے کے بعد شیخ تقی کو احساس ہوا کہ یہ فوجی دراصل ان دو قیدیوں کی حقیقت آشکار کرنے آتا ہے اور شیخ تقی کو صرف اس لیے مارتا ہے تا کہ وہ اپنے آپ کو شک ہونے سے بچا سکے، کیونکہ وہ ان فوجیوں میں سے تھا جنھوں نے حزب کی مدد کی تھی۔ گرفتاری کے تین مہینے بعد شیخ تقی اور ڈاکٹر خلیل کو رہا کر دیا گیا اور وہ مصر چلے گئے اور پھر وہاں سے بیروت پہنچے۔

شیخ عبدالقدیم نے مجھے والد صاحب کے گھر آنے کی اطلاع دی اور میں ان سے ملنے کے لیے فوراً چل پڑا۔ جب میں نے گھر کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ ان کی رنگت زرد پڑ چکی تھی اور وزن 45 کلو سے زیادہ نہیں تھا جبکہ پہلے ان کا وزن 90 کلو کے قریب تھا۔ میں اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور رو پڑا۔ ان کی یہ حالت قید خانے کی بدترین تشدد کا نتیجہ تھی۔ وہ کیسے رہا ہوئے اس کے متعلق انھوں نے مجھے بتایا کہ اس بات کو جاننے کے بعد کہ وہ حزب کے کوئی لیڈر ہیں عراقی حکام نے ان کا پاسپورٹ لبنان کے سفارت خانے بھیجا اور انھوں نے تصدیق کی کہ I.D درست ہے لیکن تصویر درست نہیں ہے۔ جب مجھے اور سلیم لطفی کو والد صاحب کی گرفتاری کا علم ہوا تو ہم نے فیصلہ کیا کہ ان کی گرفتاری کی خبر کو خفیہ رکھا جائے یہاں تک کہ اپنی والدہ اور بہن بھائیوں سے بھی ایسا رویہ رکھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ کچھ عرصے کے بعد عراقی حکام نے والد صاحب کے کزن کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہمارے یہ چچا ۱۹۴۸ سے عراق میں رہائش پزیر تھے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ان کی ملاقات شیخ تقی سے کرائی جائے۔ میں نے انھیں بتایا کہ وہ روپوش ہیں اور کسی سے ملاقات نہیں کر سکتے۔ وہ مجھ سے ایک ہفتے تک والد صاحب سے ملاقات کروانے کا کہتے رہے اور آخر کار میں نے ان سے کہا کہ والد صاحب بہت مصروف ہیں اور وہ ان سے ملاقات نہیں کر سکتے اور اب میں بھی کاروباری سلسلے میں بلگرام جا رہا ہوں۔ حیرت انگیز طور پر ہوٹل میں میری ملاقات عراقی فوجیوں سے ہوئی۔ ہوٹل کے ملازم کے مطابق یہ بھی ہوٹل میں اسی دن آئے تھے جس دن میں آیا تھا۔ میرے شناختی کارڈ کو دیکھنے کے بعد انھوں نے مجھے جاننے کی کوشش کی۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ سلواکیہ میں تین مہینے فوجی ڈیوٹی کر چکا ہے۔ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اس ہوٹل میں میرے لیے ہی آئے ہیں اور ان کو میرے متعلق میرے والد کے کزن نے بتایا تھا۔ انھوں نے مجھے قبرص چلنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی اور ان کے ساتھ کچھ دن وہاں گزارنے کی دعوت دی۔ میں نے ان کی پیشکش کی مخالفت نہیں کی۔ تاہم اس دوران میں نے جرمنی کے ٹکٹ کے حصول کی کوشش شروع کر دی۔ جیسے ہی مجھے ٹکٹ ملا میں نے ہوٹل چھوڑ دیا لیکن ان کے لیے ایک خط بھی چھوڑا جس میں میں نے بیان کیا کہ میں کاروباری ایمرجنسی کی وجہ سے جلدی میں جا رہا ہوں۔ میں پہلے زغرب اور پھر فرینکفرٹ گیا اور پھر کرن کا ٹکٹ لیا تا کہ عراقی حکام سے بچ سکوں کیونکہ مجھے خدشہ تھا کہ وہ مجھے اغوا کر کے میری اور میرے والد کی ملاقات کروانا چاہتے ہیں۔ جب میں نے والد صاحب کو اپنی کہانی سنائی تو میرے والد نے میرے عمل کی تائید کی اور کہا کہ تمھارے اس عمل نے میری رہائی میں مدد دی کیونکہ میری گرفتاری کی خبر پر حکام متعلقہ لوگوں کا ردعمل جاننا چاہتے تھے۔

والد صاحب نے دوبارہ صحت یاب ہونے کے بعد کتاب ''التفکیر'' (فکر کرنا) لکھی۔ ان کا یہ عمل اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ قید کے دوران تشدد نے حزب کے لیے کام کرنے اور نصرہ حاصل کرنے کے لیے مختلف اسلوب اختیار کرنے کے لیے ان کا عزم دوگنا کر دیا ہے۔ ان کی ملاقات ایک شامی آفیسر سے ہوئی اور انھیں محسوس ہوا کہ اس کے تعلقات امریکیوں سے ہیں۔ انھوں نے عبدالکریم النحلوی کو اس بات سے آگاہ کیا جو کہ خود بھی ماضی میں شامی فوج کے سپاہی رہ چکے تھے اور انھوں نے اس بغاوت کو برپا کیا تھا جس نے 1961 میں شام اور مصر کو تقسیم کر دیا تھا۔ النحلوی نے کہا: ''میں جانتا ہوں مگر شاید اللہ اسے ہدایت دے دیں۔ وہ بھی ہماری طرح انسان ہے اور اسلامی ریاست کے قیام میں ہماری مدد کر رہا ہے۔'' امیر حزب ان کی رائے سے متفق نہیں تھے اور انھوں نے النحلوی سے درخواست کی کہ اسے اس دستے کا حصہ نہ بنایا جائے جو نصرہ تلاش کرتا ہے۔

اور پھر اکتوبر ۱۹۷۳ کی جنگ شروع ہو گئی۔ اگر عراقیوں کا ایک گروہ یہودیوں کو القمیترۃ پر روک نا لیتا تو دمشق کا سقوط ہو جاتا۔ اس گروہ کی سربراہی ایک ایسا سپاہی کر رہا تھا جس کا تعلق حزب کے نصرہ تلاش کرنے والے دستے سے تھا۔ اس نے شیخ تقی سے درخواست کی اس وقت شام میں حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ حافظ الاسد کا سر ان کے سامنے پیش کرے گا۔ لیکن امیر حزب نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ خطہ اس وقت حالت جنگ میں ہے اور اس قابل نہیں کہ ریاستِ خلافت کے لیے نقطہ آغاز بن سکے۔ وہ سپاہی یہودیوں کے ساتھ جنگ میں شہید ہو گئے۔ اس نے یہودیوں کو اس وقت پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا جبکہ وہ دمشق سے صرف بیس کلومیٹر دور رہ گئے تھے۔

یہ بات ثابت ہو گئی کہ شام کی فوج اپنے بل بوتے پر اسرائیل کو شکست نہیں دے سکتی کیونکہ اس کو صرف بعث پارٹی کی حکومت کو قائم رکھنے کے قابل بنایا گیا تھا۔ اس وجہ سے شامی حکومت کی توجہ غیر بعث پارٹی فوجیوں سے ہٹ گئی اور یہ صورتحال حزب کے نصرہ حاصل کرنے والے لوگوں کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوئی۔ شامی فوج کے فوجی بڑی تعداد میں حزب میں شامل ہونے لگے۔ اس صورتحال سے امریکہ باخبر ہو گیا اور اس نے کسی بھی اندرونی خطرے سے نمٹنے کے لیے دمشق کے لیے حفاظتی منصوبے پر عملدرآمد کیا۔ اس کے علاوہ امریکیوں نے سی آئی اے کے ذریعے نظام کی نگرانی شروع کر دی اور یوں حافظ الاسد کے خلاف بغاوت میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ شام میں پیش آنے والی صورتحال کے بعد حزب نے اپنی توجہ اور توانائیوں کا محور عراق کو بنا لیا اور شیخ عبدالقدیم زلوم نے ترکی کا سفر اختیار کیا تا کہ وہاں پر حزب کے لیے حمایت پیدا کی

جائے۔

اپریل ۱۹۷۵ میں بیروت میں جنگ چھڑ گئی اور زحلف شہر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ حزب نے یہودیوں کے اس منصوبے کا پتہ چلا لیا جس کے تحت انھوں نے حسابیہ اور راسیہ کے ذریعے البقع پر قبضہ کرنا تھا تا کہ زحلف کی ناقہ بندی ختم کی جا سکے۔ امیر حزب جس جگہ رہائش پزیر تھے وہ عیسائی علاقے بعرلعبد سے قریب تھا۔ انھوں نے کسی اور محفوظ مقام پر منتقل ہونے سے انکار کر دیا لیکن جب ایک گولی ان کے سر کے قریب سے گزر گئی تو انھوں نے مجبوراً اس جگہ کو چھوڑ دیا۔

۱۹۷۶ میں والد صاحب نے جمال صالح کے ذریعے مجھے بلوایا اور کہا کہ میں والدہ، بھائی اور بہن کو ابوظہبی لے جاؤں جہاں پر تاج (میرا بھائی) انجینئر کے طور پر کام کر رہا تھا۔ یہ اس لیے کیا گیا کیونکہ مارچ میں عراق میں حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بن چکا تھا۔ والد صاحب نے مجھ سے کہا کہ میں ریڈیو بغداد کی نشریات رات کو سنتا رہوں اور اگر انقلاب میں کامیاب ہو جاتی ہے تو گھر والوں کو ساتھ لے کر بغداد کا سفر اختیار کروں۔ ہم ابوظہبی چلے گئے۔ میں نے پورے ایک مہینے تک انتظار کیا اور ہر رات ریڈیو بغداد کی نشریات سنتا رہا لیکن کچھ بھی نہ ہوا۔ میں اپنے فیصلے کے تحت بیروت واپس آ گیا اور جب میں والد صاحب سے ملا تو وہ ناراض ہوئے اور کہا کہ فوراً واپس جاؤں اور ریڈیو بغداد کی نشریات سنتا رہوں۔ جب میں ابوظہبی واپس پہنچا تو بیروت کا ہوائی اڈہ چھ مہینے تک بند رہا اور اس وقت نہیں کھلا جب تک فوجیں ہوائی اڈے میں داخل نہ ہو گئیں۔ ان فوجیوں کے ساتھ شامی حکام بھی تھے۔ اس صورتحال نے امیر حزب کو مزید حفاظتی اقدامات لینے پر مجبور کر دیا تا کہ ان کی رہائش کی جگہ کا کسی کو علم نہ ہو سکے۔ جب شام سرکاری طور پر لبنان میں داخل ہو گیا تو حزب کے ممبران نے سنی افواج میں سے نصرہ تلاش کرنی شروع کر دی۔ شامی افواج کے سربراہ کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ سنی ہے لیکن اس کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے بعد پتہ چلا کہ اس کا تعلق فری میسن سے ہے۔ اس لیے حزب نے اس سے اپنی توجہ ہٹالی اور کوشش کرنے لگی کہ خلافت کے قیام کے بعد لبنان کو شام کا حصہ بنایا جائے چاہے اس کے قیام کا اعلان دمشق سے ہو یا بغداد سے یا امان سے ہو۔

۱۹۷۷ کی بہار میں امیر حزب کو دل کا دورہ پڑا اور انھیں بیروت میں امریکن یونیورسٹی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں وہ دس دن تک زیرِ علاج رہے۔ ان کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار واضح تھے جو کہ رمضان میں اور نمایاں ہو گئے۔ ستمبر کی ایک رات کو جبکہ انقلابی اقدام کیا جانا تھا، تو ایک سرکاری اہل کار نے پیغام بھیجا کہ اس منصوبے کو اکتوبر تک التواء میں ڈال دیا جائے۔ شیخ تقی مجھے ایک طرف لے کر گئے اور کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ میرا وقت قریب ہے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ رونا مت اور اس وقت تک حزب کے ساتھ مل کر کام کرتے رہنا جب تک خلافت کا قیام نا ہو جائے اگر میرا انتقال اس سے قبل ہو جائے۔ نومبر میں انور سادات (جو کہ اس وقت مصر کا سربراہ تھا) نے جلدی میں القدس کا دورہ کیا۔ یہ ایک ایسی حرکت تھی جس نے پورے عالم اسلام پر سکتہ طاری کر دیا۔ اس واقع سے میرے والد کو شدید غصہ آیا اور انھوں نے کہا کہ سادات کو مصر واپس آنے سے قبل ہی قتل کر دینا چاہیے بالکل اسی طرح جس طرح شاہ عبداللہ کو قتل کیا گیا تھا۔ انھوں نے مسجد اقصاء سے عید الاضحیٰ کا خطبہ براہِ راست سنا، جو اسرائیلی ریڈیو نشریات پر نشر کیا گیا تھا اور پھر وہ واقعہ وقوع پزیر نہ ہوا کہ جس کی وہ توقع کر رہے تھے۔ تو ان کا غصہ مزید بڑھ گیا اور اس حالت میں وہ کمرے میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک چکر لگانے لگے۔ پھر وہ اچانک رکے اور کہا ''میں جانتا ہوں کہ امت زوال پزیر ہو چکی ہے لیکن مجھے یہ اندازہ نہ تھا کہ اس قدر زوال پزیر ہو چکی ہے''۔ کچھ ہی دنوں کے بعد انھیں سردی لگ گئی اور وہ بستر کے ہو گئے۔ انھوں نے ڈاکٹر توفیق ابو محمود کو خط لکھنا شروع کیا جو کہ جرمنی میں رہتے تھے لیکن وہ اس خط کو کبھی ختم نہ کر سکے۔ یہ ان کی زندگی کی آخری تحریر تھی۔ ڈاکٹر زیاد قلیلیت، جس نے والد صاحب کے دل کے دورے کے دوران علاج کیا تھا، کو بلوایا گیا کہ وہ والد صاحب کو دیکھے اور انھیں فوری طور پر ہسپتال لے جائیں۔ والد صاحب کو دیکھنے کے بعد اس نے بتایا کہ انہیں فالج کا دورہ پڑا ہے۔ ان کے خون میں شکر کی مقدار بڑھ گئی تھی اور خون کا دباؤ بھی اور ان کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر زیاد نے خون کے دباؤ کو کم کرنے کے لیے گلوکوز کے ٹیکے لگائے لیکن اس کے نتیجے میں شکر کی مقدار مزید بڑھ گئی اور والد صاحب بے ہوش ہو گئے۔ میں ڈاکٹر زیاد کے حوالے سے مشکوک ہو گیا کیونکہ ایسا لگ رہا تھا کہ ڈاکٹر زیاد گھبراہٹ میں ہے۔ میں اسے غصے سے دیکھنے لگا لیکن میں نے اپنے خدشے کا اظہار کسی سے نہیں کیا کیونکہ مجھے امید تھی کہ والد صاحب صحت یاب ہو جائیں گے۔ میں نے ابو جمال اور احمد بکر کے ساتھ مشورہ کیا کہ کیوں نہ والد صاحب کو علاج کے لیے امریکہ لے جایا جائے۔ موت سے دو دن قبل ان کی طبیعت اور بگڑ گئی اور احمد بکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے تو میں نے ان سے کہا ''اے ابو اسامہ ہسپتال میں ہمیں شرمندہ مت کرو''۔ انتقال سے بارہ گھنٹے قبل وہ ہوش میں آئے اور ہمیں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ مجھ سے ناراض ہیں تو انھوں نے انکار میں سر ہلایا اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ انتقال سے چار گھنٹے قبل انھوں نے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی لیکن سانس میں تیزی کی وجہ سے میں تلاوت سمجھ نہیں سکا۔ ان کی روح دسمبر 1977 کی صبح چار بجے پرواز کر گئی۔ انھیں اسی دن عصر کے وقت قبرستانِ شہداء میں دفنایا گیا۔ ان کے جنازے میں بیس سے زائد لوگ بھی نہیں تھے!! ان کے انتقال کی خبر حزب کے شباب سے بھی مخفی رہی جب تک کہ شیخ عبدالقدیم زلوم ترکی سے واپس نہیں آ گئے اور حزب کے امور کو سنبھال نہیں لیا۔

میں ڈاکٹر زیاد کے حوالے سے متجسس رہا جب تک میں نے ہسپتال کے سربراہ سے ملاقات کا فیصلہ نہیں کیا۔ یہ صاحب حزب سے منسلک رہے تھے۔ میں نے تمام واقعات ان کے سامنے رکھے۔ انھوں نے ایک مستند اور ماہر ڈاکٹر سے ملاقات کا اہتمام اس شرط پر کیا کہ نا تو ڈاکٹر کا نام سامنے آئے گا اور نا ہی مریض کا۔ اس ڈاکٹر نے بتایا کہ گلوکوز کا استعمال ایک غلطی تھی لیکن ڈاکٹر نے یہ نہیں کہا کہ یہ ایک جرم تھا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ دراصل میرے والد شیخ تقی کو عراقی حکام نے قتل کروایا ہے۔ پس انہیں شہادت کی موت نصیب ہوئی اور ان کا صلہ اللہ کے پاس ہے۔ میں اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ میں اُس وقت اس میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا تھا۔ بتیس سالوں تک اس راز کو سینے میں رکھنے کے بعد اب میں پہلی بار اس کا اظہار کر رہا ہوں۔

☆☆☆

17 اپریل 2011ء

''امریکہ بھگاؤ - غدار ہٹاؤ'' حزب التحریر کے زیر اہتمام ملک گیر ریلیاں

نوید بٹ (پاکستان میں حزب التحریر کے ترجمان)

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جو مکمل علم رکھنے والا اور مکمل طاقت والا ہے، 17 اپریل کی ریلیاں ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ حزب کے نوجوانوں نے ان ریلیوں کو کامیاب بنانے کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ وہ یہ جانتے تھے کی ان کا سامنا جابر حکمرانوں کی قوت، ان کے ظلم اور گرفتاریوں سے ہوگا۔ حزب کے شباب کا عزم قوی اور خون گرما دینے والا تھا۔ ریلی سے ایک دن قبل ایک شاب نے مجھ سے سوال کیا کہ گرفتاری کے بعد ضمانت میں کتنے دن لگتے ہیں۔ میں نے جوب دیا کہ چار سے پانچ دن۔ اس نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ مجھے کام سے پانچ دن کی چھٹی لینی ہوگی۔ ایک اور شاب کا نکاح ہونا تھا اور اس نے اپنے سسرال والوں کو اس بات پر راضی کیا کہ اس تقریب کو 17 اپریل سے قبل مکمل کر لیا جائے کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ وہ ریلی کے بعد اس تقریب کے لیے موجود نہ ہو۔ لاہور میں ایک اور شاب نے اپنی شادی کی تاریخ تبدیل کر کے ریلی سے قبل کی تاریخ رکھ لی۔ صرف



17 اپریل 2011ء کو اسلام آباد میں حزب التحریر کی ریلی کا منظر





پشاور میں حزب التحریر کی ریلی کا منظر، دوسری تصویر میں پولیس حزب کے پُرامن اراکین پر لاٹھی چارج کر رہی ہے

یہی نہیں بلکہ شباب اپنے بچوں کو بھی اس ''میدان جنگ'' میں لے کر آئے تا کہ کلمہ حق بلند کیا جائے اور ان کو سوائے اپنے رب کے کسی کا خوف نہیں تھا۔

حزب کے شباب تمام چار شہروں راولپنڈی/اسلام آباد، لاہور، کراچی اور پشاور میں اعلان کے مطابق سڑکوں پر آئے۔ عوام الناس بھی ان کے ساتھ نکلے کہیں ان کی تعداد کم تھی اور کہیں زیادہ۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو برکت ڈالتا ہے اور اللہ نے ایسا ہی کیا۔ تمام اہم ٹی وی چینلز نے اس زبردست مزاحمت کو گھر گھر دکھایا۔ الیکٹرانک میڈیا جو کہ ایک عرصہ سے حزب کی سرگرمیوں کو بلیک آؤٹ کر رہا تھا س، اچانک حزب کے لئے کھل گیا۔



لاہور میں فیروز پور روڈ پر حزب التحریر کی طرف سے ریلی نکالی جا رہی ہے





لاہور میں حزب التحریر کی ریلی میں ایک پرُ جوش نوجوان، دوسری طرف پولیس حزب کے اراکین کو گرفتار کر رہی ہے



کراچی میں حزب التحریر کے زیر اہتمام ریلی کا پرُ وقار منظر

تقریباً تمام قابل ذکر چینلز اپنی شہ سرخیوں میں حزب کی اس سرگرمی کو دکھانے پر مجبور ہو گئے۔ پورا پاکستان اس پیغام سے گونج رہا تھا کہ لوگ امریکہ کو نکالنا چاہتے ہیں۔۔۔وہ ایجنٹ حکمرانوں کا خاتمہ چاہتے ہیں۔۔۔ اور اس سے بڑھ کر وہ خلافت چاہتے ہیں۔امت نے برداشت کا درس دینے والوں کے جبر اور فاشسٹ جمہوریت کی موجودگی میں حزب کے شباب کے بے خوف چہرے اپنی سکرینوں پر دیکھے۔انھوں نے یہ دیکھا کہ حزب جو کہتی ہے اس کو پورا بھی کرتی ہے چاہے امت کو معاملہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ لگتا ہو۔

انتظامیہ نے وہی کیا جو وہ زیادہ سے زیادہ کر سکتے



17 اپریل کو ہی ملتان میں حزب التحریر کے ارکان کا بیان سننے کے لیے لوگ مسجد کے باہر جمع ہیں





17 اپریل کے موقع پر حزب کے اراکین کی ملک گیر گرفتاریوں کے خلاف لاہور پریس کلب کے باہر احتجاج کیا جا رہا ہے



اسلام آباد میں حزب التحریر کے اراکین ممکنہ شمالی وزیرستان آپریشن کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں

تھے، شباب کوتشدد کا نشانہ بنانا اور گرفتار کرنا۔ انھوں نے لاہور سے سولہ، کراچی سے چھ، پشاور سے پانچ اور اسلام آباد سے ایک کو گرفتار کیا۔ پاکستان کی تہذیب یافتہ جمہوری حکومت نے شباب پر دہشت گردی کے ایکٹ کے تحت الزامات لگائے۔اب تک کراچی اور لاہور میں گرفتار شباب پر تشدد کی خبریں ہیں، اس کے علاوہ پشاور میں گرفتار شباب پر ایک اور دہشت گردی کا مقدمہ ڈال دیا ہے۔ پشاور پولیس نے ان پر پشاور میں جماعت اسلامی کے صوبائی سیکریٹری جنرل کے گھر کو بم سے تباہ کرنے کی کوشش کرنے کا الزام لگا دیا ہے۔بم رکھنے کا یہ واقعہ ریلی سے کئی ہفتے قبل ہوا تھا۔ یہ ایک انتہائی بزدلانہ کوشش تھی تا کہ شباب کو تفتیش کے نام پر تشدد کا نشانہ بنانے کا لائسنس مل جائے اور اس کے ساتھ ساتھ دو دینی جماعتوں کے درمیان نفرت کا بیج بھی بو دیا جائے۔ الحمدللہ جماعت اسلامی نے ایک اعلامیہ جاری کیا جو اخبارات میں چھپا، جس میں اس الزام کو مسترد کیا گیا تھا۔اس کے ساتھ ساتھ لاہور میں شباب کی ضمانت کی درخواست کو مسترد کر دیا گیا اور کراچی میں شباب کو سات دن کے لیے جسمانی ریمانڈ کے نام پر پولیس کے حوالے کر دیا گیا تا کہ ''تفتیش'' کی جا سکے۔ یہ تمام باتیں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ حکومت قانونی مراحل میں رکاوٹیں کھڑی کرے گی اور شباب کو عدالتوں میں ان کا جرم ثابت کیے بغیر جیلوں میں بند رکھنے کی کوشش کرے گی۔

خوش آئند امر یہ ہے کہ ریلیوں نے عوامی رائے عامہ پر زبردست اثرات مرتب کیئے، خاص طور پر پاکستان کے اثر ورسوخ رکھنے والے طبقات پر، جن میں اہل قوت بھی شامل ہیں۔ معاشرے میں حزب کا قد مزید بلند ہوا ہے اور شباب کے عزم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ میڈیا اب ہمیں پہلے سے زیادہ عزت دے رہا ہے اور حزب التحریر کے افکار کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا جا رہا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ریلیوں کے بعد کا پاکستان تبدیلی کے لیے مزید زرخیز ہو گیا ہے اور وہ دن زیادہ دور نہیں جب اہل قوت اللہ کی مرضی اور امت کی خواہش کے سامنے جھک جائیں گے اور خلافت کو عملاً قائم کریں گے۔

☆☆☆



رحیم یار خان میں 17 اپریل کے موقع پر' غدار ہٹاؤ، خلافت کو لاؤ' ریلی کا آغاز کیا جا رہا ہے



کراچی میں حزب التحریر کے اراکین ممکنہ شمالی وزیرستان آپریشن کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں

ایبٹ آباد آپریشن - اعلیٰ درجہ کی غداری

نوید بٹ

امریکی اور پاکستانی حکام اسامہ بن لادن کے قتل کا ڈرامہ قبائلی علاقے کے کسی غار سے بھی رچا سکتے تھے۔ اگر اسے تورہ بورہ کے پہاڑوں یا افغانستان کے کسی جنگل سے پکڑا جاتا تو دنیا کے لیے یہ زیادہ قابل اعتبار اور قابل یقین ہوتا۔ لیکن ایسا کرنا شاید دنیا کے لئے زیادہ سنسنی خیز نہ ہوتا۔ چنانچہ اس دفعہ محض ہالی وڈ کی کسی فلم سے متاثر ہو کر امریکی پالیسی سازوں نے افغانستان کے جنوب میں پاکستان کے قلب میں یہ آپریشن نہیں کیا بلکہ اس کے محرکات اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ یہ آپریشن خطے میں امریکہ کی مستقبل کی پالیسی کو وضع کرے گا خاص طور پر پاکستان کے لیے۔

ایبٹ آباد کے ایک گھر سے، جو کہ پاکستان کی انتہائی قابل قدر فوجی اکیڈمی سے بمشکل ایک کلو میٹر کے فاصلے پر تھا، اسامہ بن لادن کو گرفتار کرنے کا مقصد مندرجہ ذیل اہداف کو حاصل کرنے کے لیے کیا گیا:

۱۔ دنیا اور خاص طور پر اپنے شہریوں کو دھوکہ دینا کہ انہوں نے افغانستان میں اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے۔

۲۔ شکست کا تأثر دیے بغیر اپنی فتح کا اعلان کیا جائے تا کہ اوبامہ افغانستان سے فوجوں کی محدود واپسی کے اپنے وعدے کو پورا کر سکے۔

۳۔ دنیا کی توجہ پاکستان کی طرف مبذول کروانا کہ اصل مجرم تو پاکستان ہے کیونکہ یہ دہشت گردوں کو پناہ دیتا ہے۔

۴۔ ایک ایسی روایت کو قائم کرنا جس کو بنیاد بنا کر امریکہ حکومت پاکستان اور پاکستانی فوج کی پیشگی اجازت کے بغیر پورے پاکستان میں مداخلت کر سکے۔

۵۔ امریکہ پاکستان کے مسلمانوں کی انا کو توڑنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ عوام اور اس کے ساتھ ان کے حکمران اس بات کو کھلے عام تسلیم کر لیں کہ وہ امریکہ کے غلام ہیں اور ان کے دل میں امریکی ڈکٹیشن کو نافذ کرنے میں کسی قسم کی گرانی تک محسوس نہ ہو۔

یہ ہے وہ زہریلی سوچ جس کی ترویج کچھ ٹی وی میزبان اور سیاسی تجزیہ نگار میڈیا پر کر رہے ہیں۔ ان کے دو بنیادی دلائل ہیں۔

ا۔ ہم امریکہ سے امداد لیتے ہیں اور ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی رستہ نہیں کہ ہم امریکہ کی پیروی کریں۔

ب۔ امریکہ بہت زیادہ طاقتور ہے اور ہم اس کی ناراضی مول نہیں لے سکتے ورنہ ہمارا بھی وہی حشر ہو گا جو افغانستان کا ہوا ہے۔

یہی دلائل فوجی قیادت کی جانب سے بھی پیش کئے جا رہے ہیں اور پاک فضائیہ کے سربراہ راؤ قمر سلیمان نے بھی ایسا ہی خطرناک بیان دیا تا کہ عوام کو دہشت زدہ کر دیا جائے اور اس کی اپنی غداری پر پردہ پڑ جائے۔

ریمنڈ ڈیوس کی رہائی کے بعد ایبٹ آباد کا آپریشن غدار فوجی قیادت کی ساکھ پر ایک تباہ کن ضرب ہے۔ یہ بات بہت واضح ہے کہ امریکہ ایبٹ آباد کا آپریشن پاکستان کے آرمی چیف کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتا تھا۔ امریکہ اس بات کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کے درجن بھر نیوی سیلز (Seals) پاکستانی دوستانہ فائر (فرینڈلی فائر) کا نشانہ بن جائیں جس کا اندیشہ ہمیشہ موجود رہتا اگر پاکستانی قیادت کو اعتماد میں نہ لے لیا گیا ہوتا۔ اس کے علاوہ امریکہ کا اسامہ کے بیوی بچوں کو چھوڑ جانا بھی لوگوں کو اس بات پر یقین دلا رہا ہے کہ وہاں پر کوئی ہائی ویلیو ٹارگٹ نہ تھا۔ ماضی میں امریکہ نے عام عرب مجاہدین کے بیوی بچوں تک کو نہیں چھوڑا، تو یہ کیسے ممکن ہے وہ اُن لوگوں کو چھوڑ جائے جن کے پاس شاید معلومات کا خزانہ ہو۔ اور ان تمام باتوں سے بڑھ کر امریکہ نے کبھی بھی کوئی ایسا ثبوت دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا جس سے یہ ثابت ہو کہ اسامہ کی لاش ان کے قبضے میں ہے۔

اس واقعہ نے فوج کی اعلیٰ قیادت کو مکمل بے نقاب کر دیا ہے جو اب تک زرداری کی کرپٹ سیاسی قیادت کے پیچھے چھپ رہے تھے۔ وہ اس بات کی وضاحت نہیں کر پا رہے کہ انھوں نے اس ڈرامے کو ایبٹ آباد میں کرنے کی ہی کیوں اجازت دی۔ اس واقعہ نے پاکستان آرمی کے آفیسرز میں اس قدر غصہ پیدا کیا کہ فوری طور پر ایک ہنگامی کور کمانڈرز کی میٹنگ کو ایک بیان جاری کرنا پڑا کہ مستقبل میں اگر ایسا کوئی واقع پیش آیا تو پاکستان آرمی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اپنے کردار کا دوبارہ تعین کر سکتی ہے۔ میڈیا بھی اس معاملے میں کود پڑا اور اس نے آرمی چیف پرویز کیانی اور ڈی جی آئی۔ایس۔آئی احمد شجاع پاشا کے کردار کی دھجیاں اڑا دیں۔ آرمی کی قیادت نے اپنے آپ کو اتنا کمزور محسوس کیا کہ پاکستان کے اہم شہروں میں پہلی دفعہ دیہاڑی پر لوگوں کو پکڑ کر، فوج اور آئی۔ایس۔آئی کے حق میں مظاہرے کروائے۔ فوج کے شعبہ تعلقات عامہ (آئی۔ایس۔پی۔آر) کے ایک بیان نے فوج میں موجود جذبات کی واضح منظر کشی کی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ ''کیانی نے مہمان شخصیت (جان کیری) کو ایبٹ آباد کے واقعہ پر فوج میں موجود شدید جذبات سے آگاہ کیا''۔ یہاں تک کہ چین بھی خاموش نہ رہ سکا اور اس نے ایک خطرناک بیان دیا کہ: ''چین واضح طور پر متنبہ کرتا ہے کہ پاکستان پر کسی بھی حملے کو چین پر حملہ تصور کیا جائے گا''۔

سڑکوں پر امریکہ اور اس کے سیاسی و فوجی ایجنٹوں کے خلاف غصہ ایک نئی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ میڈیا اور سیاسی تجزیہ نگار ایک بار پھر ایک بند گلی میں جا نکلے ہیں۔ پاکستان اس وقت اُبل رہا ہے، تبدیلی لانے کے لیے بھاپ بھر چکی ہے۔ جو چیز باقی رہ گئی ہے وہ اہل قوت میں موجود مخلص افراد کی طرف سے آخری جھٹکا ہے۔ اہل قوت میں موجود اے مخلص افسرو! یہی وقت ہے جب پوری امت آپ کی طرف دیکھ رہی ہے۔اٹھو اور انصار ثانی بنو اور پاکستان کو مدینہ ثانی بنا دو۔خلافت کو قائم کرو اور اقتدار کی کنجی حزب التحریر کی مخلص قیادت کے حوالے کر دو تا کہ وہ شریعت کو نافذ کرے اور دنیا میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی امت کو طاقت اور عزت کا مقام دلائے۔

☆☆☆

وسط ایشیائی ملک تاجکستان میں تفتیش، عدالتی کاروائی اور فیصلوں کی چند مثالیں

1: جیل سے بھیجا گیا ایک خط جو وہاں پر کی جانے والی تفتیش اور تشدد کی نوعیت کو بیان کرتا ہے:

میرا نام رازقوف عبدالرسول عبدالستار وفیتش ہے اور میں 1960 میں پیدا ہوا اور میں تاجکستان میں حزب التحریر کا ممبر ہوں۔ یکم فروری 2010 کی صبح سیکورٹی فورسس کے چند اہلکار میرے گھر میں داخل ہوئے اور میرے گھر کی تلاشی لینا شروع کی، جہاں سے اُنہیں حزب التحریر کی چند کتابیں مل گئیں، جس پر اُنہوں نے مجھے، میری بیوی، میرے 12 سالہ بیٹے اور میرے ہاں ٹھہرے ایک مہمان جس کا نام نعمۃ اللہ ہے کو گرفتار کر لیا اور ہمیں زدوکوب کرتے اور گالیاں دیتے ہوئے مرکزی جیل میں منتقل کر دیا جہاں پر میرے بیٹے اور بیوی کو ایک سیل میں جبکہ مجھے اور نعمۃ اللہ کو ایک الگ سیل میں بند کر دیا گیا اور ہمیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ پھر ہمیں تفتیش کاروں کے سامنے اِس غرض سے منتقل کیا گیا کہ ہم اُنہیں حزب التحریر کے ممبران کے متعلق معلومات دیں تاکہ وہ اُنہیں گرفتار کر سکیں۔ مگر ہم نے اُنہیں کچھ نہیں بتایا۔ تب اُنہوں نے دروازے کے نچلے حصے سے میرے دونوں ہاتھوں کو باندھا اور مجھے زمین پر گرا دیا۔ اِسی دوران ٹارچر کمیٹی کا سربراہ جالوف اپنے 9 ساتھیوں سمیت آیا اور مجھے شدید تشدد کا نشانہ بنایا۔ اِن کے بعد 9 بندوں پر مشتمل ایک اور گروپ آیا جنہوں نے مجھے چارپائی سے باندھ دیا اور مجھے یکم فروری کی صبح سے لے کر 2 فروری کی دوپہر تک وحشیانہ ظلم وستم کا نشانہ بناتے رہے۔ میں اور میری بیوی روزے سے تھے، جب جالوف کو اِس بات کا علم ہوا تو اُس نے نہایت قبیح الفاظ میں ہمیں گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اُس کے بعد اُنہوں نے مجھے سیل کی چھت کے ساتھ اُلٹا لٹکا کر باندھ دیا اور میرے کپڑے اُتار کر مجھے برہنہ کر دیا اور لٹکے ہوئے حالت میں ہی کوڑوں سے میرے جسم کے ہر حصے پر مارنا شروع کر دیا۔ اِن مجرموں کے دِلوں سے رحم نکل چکا تھا۔ پھر ان میں سے دو آدمیوں نے میری دونوں ٹانگوں کو الگ الگ سمت میں باندھ دیا اور تیسرے وحشی نے کوڑوں سے دونوں ٹانگوں کے درمیانی حصے پر مارنا شروع کر دیا، وہ سب باری باری مجھے 2 فروری کی دوپہر سے لے کر 3 فروری کی دوپہر تک مسلسل تشدد کا نشانہ بناتے رہے جبکہ میں چھت کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ میرے پورے جسم کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا۔ موسم انتہائی سرد تھا اور وہ میرے سر پر ٹھنڈا پانی پھینکتے جس کی وجہ سے میں سردی سے کانپ کر رہ جاتا جبکہ میرے سر میں ناقابل برداشت درد اُٹھ رہا تھا۔ 3 فروری کی دوپہر کو جب جالوف آیا اور اُسے پتہ چلا کہ میں اُنہیں وہ نہیں بتانے والا جو وہ چاہتے ہیں تو اُس نے مجھے دوبارہ سے چارپائی سے باندھ کر ٹانگوں پر مارنے اور بجلی کے جھٹکوں کے ذریعے تشدد کرنے کا حکم دیا۔ میرے ہاتھ پاؤں شل ہو چکے تھے۔ پھر اُنہوں نے نعمۃ اللہ کو مجھے دکھایا جسے ایک دوسری جگہ پر میری ہی طرح تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ پھر 4 فروری کو مجھے تفتیشی مرکز منتقل کر دیا گیا جہاں پر میری ملاقات میری بیوی سے ہوئی جس نے چپکے سے مجھے بتایا کہ اُسے بھی تشدد کا نشانہ بنایا گیا حتیٰ کہ اُس کے بال تک اُکھیڑ دیئے گئے، جبکہ میرے 12 سالہ بیٹے کو پورا ایک دن جیل میں رکھنے کے بعد رہا کیا گیا۔ (یہ خط تاجکستان کی ایک جیل سے بھیجا گیا ہے اور یہی صورتحال اُن زیادہ تر سیاسی قیدیوں کی ہے جنہیں اِس ملک اور اِس کے ہمسایہ ممالک میں قید کیا گیا ہے۔ آخر کب ہماری اِن جابر حکمرانوں سے جان چھوٹے گی؟!)

2: تاجکستان کی عدالتوں میں دی جانے والی سزاؤں کی مثالیں:

یکم مارچ 2011 میں شمالی تاجکستان کی ایک عدالت نے حزب التحریر 0 کے 11 ممبران کو لمبی قید کی سزائیں دیں۔ جن کی تفصیل ذیل میں ہے:

حسین وارث جالوف 20 سال قید

عبدالخالق ملایوف 20 سال قید، جبکہ حزب التحریر کے ساتھ تعلق کی بنا پر وہ پہلے ہی 9 سال کی قید گزار چکے ہیں۔

حبیب اللہ جوریوف 18 سال قید، اِن کو بھی حزب التحریر کے ساتھ تعلق کی بنا کر طویل عرصہ تک جیل میں بند رکھا جا چکا ہے۔

ھاشم عبداللہ یوف 15 سال قید، یہ بھی پہلے جیل کاٹ چکے ہیں۔

طاہر محمود جانوف 9 سال قید

مقیم باباجانوف 9 سال قید

دلشاد مختاروف 10 سال قید

شوکت محمد یوف 13 سال قید

نبی دولتوف 13 سال قید، یہ حزب التحریر میں آنے سے قبل محکمہ امورِ داخلہ میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔

یوسف یوشجانوف 14 سال قید

ناظم ایرغشوف 4 سال قید

3: تاجکستان میں عدالتی کاروائی:

27 دسمبر 2010 کو تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبہ میں حزب التحریر کے 8 ممبران جو کہ تاجکستان کے شہری ہیں کے خلاف عدالتی کاروائی کا آغاز ہوا۔ اِن ممبران کے نام یہ ہیں: یوسف جان حفیظوف، کمال خان صلاح الدینوف، صابر جان عبدالحمیدوف، دولتیار قربانوف، طالب نوردف، صالح رحمانوف، علی جان یوسفوف، عبدالرحمٰن کریموف۔

اِن لوگوں کو 2010ء میں اِس الزام کے تحت گرفتار کیا گیا کہ اِن کا تعلق ایک اسلامی سیاسی تحریک اور دہشت گرد تنظیم حزب التحریر کے ساتھ ہے۔ اِن سے پانچ اور نو مہینوں تک تفتیش جاری رہی۔ حالانکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ حزب التحریر ایک سیاسی جماعت ہے جو تشدد پر یقین نہیں رکھتی بلکہ اسلامی ریاست کے قیام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے سیاسی اور فکری اعمال ہی سرانجام دیتی ہے۔ اِس کے باوجود یہ تفتیش کار اِس جماعت پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں اور چاہتے ہیں گرفتار شدہ ہر ممبر دوسرے ممبران کے متعلق معلومات فراہم کر دے تاکہ وہ اُنہیں بھی گرفتار کر لیں۔

چنانچہ اِن تفتیش کاروں کا کام حقائق معلوم کرنا نہیں بلکہ الزام تراشی کی راہ ہموار کرنا اور شدید تشدد کے ذریعے ایسی معلومات اُگلوانا ہوتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے مقاصد حاصل کر سکیں۔ ایک تفتیش کار چویانوف شمر الدین جو اپنا حقیقی نام چھپا کر اپنا نام رستم بتاتا ہے اسی طرح ایک اور تفتیش کار میرضایوف الہام نے بھی اپنا نام خفیہ رکھا، اِن تفتیش کاروں کے بارے میں ایک ملزم طالب نوردف نے بتایا کہ ''یہ بھیڑیئے جب ہمیں سیکورٹی فورسس کی جیلوں میں بند کر کے اور گھنٹوں پر محیط شدید اور وحشیانہ تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے یہ گمان کرتے کہ وہ سچائی اور لوگوں کے تحفظ کے

لیے کام کر رہے ہیں"

اِن ممبران کہ جن پر الزام لگایا گیا ہے، نے عدالت میں جج کے سامنے بیان دیا کہ اِن تفتیش کاروں نے اِن کے خلاف جو کچھ قلمبند کیا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے جو اِن لوگوں نے اپنے پاس سے گھڑا ہے، جج نے اُن سے گواہ طلب کیے۔ اِسی اثناء میں وہاں پر موجود ایک وکیل نے بتایا کہ وہ دورانِ تفتیش اپنا فریضہ اداء کرنے کے لیے گیا تو سیکورٹی والوں نے اسے کہا کہ یہ ایک سیاسی معاملہ ہے لہٰذا اُسے زیادہ ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔ اِس طرح وہ وکلاء کو ملزم افراد کا سامنا کرنے سے روکتے ہیں۔ اور اِن آٹھ افراد میں ایک پر حزب کے ساتھ تعلق کا ثبوت نہیں مِلا اور اُس کے بارے میں باقی افراد نے بھی یہی کہا کہ وہ اُسے نہیں جانتے۔ تب تفتیش کاروں نے حزب کے ایک اور گرفتار ممبر کو اُس کے خلاف گواہی کے لیے پیش کیا، اس گواہ نے عدالت میں یہ بیان دیا کہ " یہ تفتیش کار مجھ اور میرے مزید رشتے داروں پر پچھلے ایک دن اور رات سے مسلسل دباؤ ڈال رہا ہے کہ میں اِس شخص کے خلاف گواہی دوں"

ایک جج نے اپنا نام صیغہ راز میں رکھتے ہوئے بتایا کہ ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں اور مزید کہا کہ اِس سے قطع نظر کہ عدالتی فیصلے کس طرح ہوتے ہیں، تمام سیاسی اسلامی پارٹیوں کے ممبران کے بارے میں فیصلہ عدالتِ عالیہ کرتی ہے اور یہ فیصلے اوراوپر سے دیئے گئے احکامات کی بنیاد پر ہوتے ہیں" یعنی ظالم صدر کے احکامات کے مطابق۔

پھر اِس عدالت نے اِن آٹھ افراد کو 18 سال سے لے کر 6 سال تک سزاؤں کا فیصلہ سنا دیا۔ تاہم اِن سب کے باوجود یہ ممبران حق پر ثابت قدم ہیں اور اللہ کے اذن سے وہ اللہ کی بارگاہ میں اچھے کی امید رکھتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ تاجکستان میں مسلمان چند معروف وجوہات کی بنا پر اسلامی علوم ومعارف کو سیکھنے سے محروم رہے۔ البتہ یہ لوگ مضبوط اسلامی جذبات کے مالک ہیں اور وہ دیکھتے ہیں کہ بعض اسلامی ممالک میں لوگ اپنے ظالم حکمرانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ تاجکستان اور دوسرے وسط ایشیائی ممالک میں اِس کی ضرورت ہے کہ لوگ حکمرانوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لیے حرکت میں آئیں اور اِن کی جگہ اسلام کے نظام کو نافذ کریں۔

تشدد و بربریت اور ظلم کا جو طریقہ اِن وسط ایشیائی ریاستوں کے ظالم حکمرانوں نے اپنا لیا ہے، یہ مسلمانوں کو کمزور یا انہیں اپنا ایمان چھوڑنے پر مجبور نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی وجہ سے بہت جلد ظالموں کا خاتمہ ہوگا۔ ظالموں کے سردار فرعون کی مثال ہمارے سامنے ہے جس نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جادوگروں کو دھمکایا تاہم اِس بات نے اِن کے ایمان کو کمزور کرنے کی بجائے مزید پختہ کر دیا:

﴿فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَّلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَاباً وَّأَبْقٰى O قَالُوْا لَن نُّؤْثِرَكَ عَلَى مَا جَاءَ نَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالَّذِي فَطَرَنَا فَاقْضِ مَا أَنتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَاO إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطَايَانَا وَمَا أَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى Oإِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِماً فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى Oوَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰى O جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكّٰى﴾

"...پس میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کٹوا دوں گا اور کھجور کے تنوں پر سولی چڑھوا دوں گا (اس وقت) تم کو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیر تک رہنے والا ہے۔ انہوں نے کہا جو دلائل ہمارے پاس آ گئے ہیں اِن پر اور جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اس پر ہم آپ کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے تو آپ کو جو حکم دینا ہو دے دیجئے اور آپ جو حکم دے سکتے ہیں وہ صرف اسی دنیا کی زندگی میں دے سکتے ہیں۔ ہم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کرے اور اسے بھی جو آپ نے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور خدا بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گنہگار ہو کر آئے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا۔ اور جو اس کے روبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہونگے تو ایسے لوگوں کے لیے اونچے اونچے درجے ہیں" (طٰہٰ:76-71)

8 ربیع الثانی 1432ھ حزب التحریر
13 مارچ 2011ء تاجکستان

☆☆☆

حزب التحریر کے وفد کا اسلام آباد میں شامی سفارت خانے کا دورہ، احتجاجی مراسلے حوالے کیئے

حزب التحریر کے دو رکنی ایک وفد نے ڈپٹی ترجمان عمران یوسفزئی کی قیادت میں اسلام آباد میں شام کے سفارت خانے کا دورہ کیا، اور شام کی سفاک ایجنٹ حکومت کا اپنے مسلمان شہریوں عورتوں اور بچوں کے تشدد، گرفتاریوں اور قتل عام کے خلاف احتجاج کیلئے سفیر سے ملاقات کی درخواست کی۔ تاہم ایمبیسی کے ملازم نے ملاقات کے کسی قسم کے امکان کو رد کر دیا جو ظاہر کرتا ہے کہ شام کے حکمران اور ان کے چیلے امت کے نمائندوں کا سامنا کرنے سے شدید خوفزدہ ہیں۔ حزب التحریر کے وفد نے حزب التحریر کی جانب سے جاری کردہ ایک پمفلٹ اور مرکزی میڈیا آفس کی ایک پریس ریلیز اردو اور عربی زبان میں ایمبیسی کے ملازم کے حوالے کی تا کہ وہ اسے خوفزدہ سفیر اور بزدل ایجنٹ حکومت تک پہنچا سکے۔ پمفلٹ میں حزب نے شامی حکومت کا اسرائیل سے گٹھ جوڑ اور مسلمانوں کے قتل عام میں یہود سے ان کی ملی بھگت کو آشکار کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اپنے آپ کو مزاحمت کار کہنے والی حکومت دراصل نہ صرف اسرائیل کی چیف سیکیوریٹی انچارج کے فرائض انجام دے رہی ہے، بلکہ اسرائیل ہی کی مانند مسلمان شہریوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی ہے۔ مرکزی میڈیا آفس کی پریس ریلیز میں حزب نے عورتوں اور بچوں کی ریلی پر 7 مئی کو 'بنی یاس' (شام) میں ہونے والے ریلی پر فائرنگ پر امریکی ایجنٹ شامی حکومت کا کڑا احتساب کیا ہے اور شامی افواج سے سوال کیا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شام کا فرعون تمہاری ماؤں اور بہنوں کو گولیوں سے بھون ڈالے، تمہارے 8000 سے زائد بھائیوں کو قید کر لے اور 800 سے زائد بیٹوں کو قتل کر ڈالے اور تم اس ظالم کا ساتھ دو؟ شام کا 'اسد' (شیر) خوف سے تھر تھر کانپتا چوہا بن چکا ہے، پس آگے بڑھو اور اس ظالم مجرم اور کرپٹ ڈکٹیٹر کو اکھاڑ کر خلافت کو قائم کرو، یہ صرف خلافت ہی ہے جو مسلم علاقوں کے تحفظ اور اُنہیں آزاد کرانے کے لیے مسلم افواج کو متحرک کرتی ہے جس سے یہ افواج اپنے دشمنوں کے ہیرو بننے کی بجائے اپنے لوگوں کے لیے ہیرو بنتی ہیں۔ یاد رہے کہ حزب التحریر شام میں شدت کے ساتھ اس امریکی ایجنٹ کے خلاف سیاسی طور پر سرگرم ہے اور حزب کے سینکڑوں کارکن بشار الاسد کے عقوبت خانوں میں بند ہیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہودی حکمران اپنی فوج کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ ہمیں گولان کی پہاڑیوں اور بیتِ حنون میں قتل کریں جب کہ فلسطین کے اردگرد موجود مسلم ممالک کے حکمران اپنی افواج کو اپنے ہی لوگوں کو قتل کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں

15 مئی 2011، یومِ قبضہ فلسطین، کے موقع پر یہودی ریاست نے اپنی فوج کو فلسطین، لبنان اور گولان کے مسلمانوں پر کھلا چھوڑ دیا، جس نے درجنوں لوگوں کو شہید اور سینکڑوں لوگوں کو زخمی کر دیا۔ ان علاقوں کی فضاء بارود کے دھوئیں سے بھر گئی، اور زمین مسلمانوں کے خون سے سرخ ہوگئی۔

لیکن گولیوں کی یہ تمام آوازیں، طیاروں کی گھن گرج اور دھوئیں کے بادل فلسطین کے اردگرد موجود مسلم دنیا کے حکمرانوں کو غفلت کی نیند سے جگانے کے لیے کافی نہ تھے، کہ وہ ہوش میں آئیں اور اپنے ہی لوگوں سے دشمنانہ سلوک کی بجائے اُن یہودیوں سے دشمنی کا سلوک کریں جنہوں نے ارضِ فلسطین پر قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ حکمران اپنے ہی لوگوں سے جنگ میں مصروف ہیں، جو ان حکمرانوں کے ظلم و جبر کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ ان حکمرانوں نے اپنے ہی لوگوں کے خلاف ٹینکوں، پرائیویٹ فورسز اور ریپبلکن گارڈز کو متحرک کیا ہوا ہے۔ اور بجائے یہ کہ وہ فلسطین، لبنان اور گولان کی سرحدوں کو جنگ کا میدان بناتے، انہوں نے اپنے ملک کے شہروں اور دیہاتوں کو میدانِ جنگ بنایا ہوا ہے۔

اے مسلمانو! اے لوگو!

یہ حکمران مسلسل اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ اللہ انہیں دھوکے میں ڈالے ہوئے ہے۔ یہ حکمران دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صیہونیت اور استعماریت کے دشمن ہیں، جبکہ وہ خود اپنے لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں اور انہیں دبا رہے ہیں۔ لوگ ان حکمرانوں کے ظلم کے باوجود اس وجہ سے خاموش رہتے تھے کہ یہ حکمران یہودی ریاست کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں اور وہ نہر سے لے کر بحر تک تمام کے تمام فلسطین کو آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ لیکن درحقیقت انہوں نے فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے کچھ نہیں کیا اور بالآخر نہر اور بحر سمیت اس کے درمیان کا تمام علاقہ یہودیوں کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے 1948ء کے مقبوضہ فلسطینی علاقے پر اسرائیلی ریاست کے قیام کو تسلیم کر لیا اور اُس علاقے پر مذاکرات میں لگ گئے جس پر اسرائیل نے 1967 میں قبضہ کیا تھا اور پھر اس بات پر بھی تیار ہوگئے کہ اس علاقے میں سے دشمن جو بھی واپس کرے اسے قبول کر لیا جائے، خواہ ان علاقوں کی واپسی مکمل اتھارٹی کے بغیر ہی ہو۔

جب کہ کچھ حکمران وہ ہیں جنہوں نے یہودیوں کے ساتھ کھلم کھلا مفاہمت اور دوستی کی ذلت مول لینے کا انتخاب کیا۔ اسی طرح کچھ حکمران وہ تھے جنہوں نے اصل میں تو امن معاہدے کی راہ اختیار کی مگر وہ اپنے آپ کو 'مزاحمت کار' کہلواتے تھے۔ لیکن ان حکمرانوں کی طرف سے یہودی ریاست کے خلاف مزاحمت کا یہ عالم ہے کہ گولان میں یہودی ریاست کے ساتھ ان کی سرحدیں باقی تمام سرحدوں سے زیادہ پرسکون ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ ملکِ شام کے استحکام کا دارومدار یہودی ریاست کے استحکام پر ہے!

اِن حکمرانوں کا حال یہ ہے کہ یہ فلسطین کی مبارک سرزمین کی زیارت کے لیے آنے والے غیر مسلح لوگوں کی حفاظت بھی نہیں کرتے، بلکہ قبل اِس سے کہ یہودی زیارت کے لیے آنے والے لوگوں کو روکیں، خود عرب حکمران ہی لوگوں کو روک دیتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عرب حکمرانوں نے اپنے ہی لوگوں کو قتل کرنے کے لیے اپنی افواج کو مصروف کر رکھا ہے، جس کی وجہ سے یہودیوں کو سرحدی خلاف ورزیوں کی کھلی چھوٹ ملی ہوئی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کو یہ موقع ہاتھ آجاتا کہ وہ مقبوضہ مبارک خطے کی طرف پیش قدمی کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سرحد کے قریب شام کی حکومت کے اہلکاروں اور اِن کے حواریوں کے ہوتے ہوئے کسی انسان کے لیے گولان کی پہاڑیوں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

اے مسلمانو! اے لوگو!

فلسطین کی مبارک سرزمین پر قابض یہودی ریاست کی بقاء اس کی اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ یہ اِن غدار حکمرانوں کی غداری اور کافر استعماری ریاستوں کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ کی بنا پر ہے جنہوں نے ایک سازش کے تحت اِس یہودی ریاست کو قائم کیا تھا۔ جس کسی نے گولان کی پہاڑیوں، مارون الرأس، قلندیا کی چیک پوسٹوں اور بیتِ حنون کے اطراف میں ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کیا ہو، نیز نہتے لوگوں کے سامنے دشمن کی قیادت کے اضطراب کو دیکھا ہو، وہ آسانی سے اِس بات کو پہچان سکتا ہے کہ یہودی ریاست کا وجود نہایت کمزور بنیادوں پر کھڑا ہے، جو کسی وقت بھی ختم ہوسکتا ہے جیسا کہ یہودی ریاست کے وزیر اعظم نے کہا کہ یہ جو کچھ وقوع پذیر ہوا، وہ یہودی

اے مسلم افواج!

کیا آپ میں ایک بھی ایسا صالح شخص موجود نہیں جو اِن حکمرانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دے؟ وہ حکمران جو اپنی سرزمینوں اور اپنے ہی لوگوں کا سودا کر چکے ہیں اور جنہوں نے استعماری کفار کے ساتھ گٹھ جوڑ بنا رکھا ہے

ریاست کے وجود کے لیے خطرہ ہے۔ اس اضطراب اور بے چینی کا دائرہ کار صرف عام یہودیوں تک محدود نہ تھا بلکہ اعلیٰ سطحی قیادت میں بھی اِس کو محسوس کیا جا سکتا ہے، یہاں تک کہ یہودی وزیرِ اعظم غیر مسلح لوگوں کے مارچ کو یہودی ریاست کے لیے خطرہ قرار دے رہا ہے! چنانچہ اُس وقت معاملہ کیا ہوگا جب ان مارچ کرنے والوں کے آگے آگے فوج ہوتی جو یہودیوں کے ناپاک وجود سے فلسطین کی سرزمین کو پاک کر دیتی اور لوگوں کو اس بات کی اجازت دیتی کہ وہ اس مبارک سرزمین کی عزت کو بحال کرتے اور اللہ کی طرف سے نصر ملنے کی خوشی مناتے ، اگر ایسا ہو جاتا تو کیا صورتحال ہوتی؟ جبکہ ایسا کرنا شرعاً فرض بھی ہے۔ یقیناً اگر اس سے کم بھی ہوتا اور ایک فوجی لشکر مارچ کرنے والوں کے پیچھے ہوتا، تاکہ اگر دشمن ان پر گولی چلائے تو وہ بھی اُن کو گولی کا جواب گولی سے دیں، تو دشمن کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ وہ ان مارچ کرنے والوں پر حملہ کرتے اور اُنہیں قتل کرتے۔ کیا یہ وہ وقت نہیں ہے کہ وہ دشمن جو نہتے لوگوں کے مارچ سے ڈرتا ہے اُسے ایسی مار ماری جائے کہ وہ شیطان کے وسوسوں کو بھول جائیں؟

اے مسلمانو! اور اے یہودی ریاست کے اردگرد موجود مسلم افواج!

آپ کی رگوں میں موجود خون اُس وقت کیوں نہیں کھولتا جب آپ کے سامنے آپ کے ہی بھائیوں کا خون بے دریغ بہایا جاتا ہے؟ آپ لوگ کیسے اپنے اُن حکمرانوں کے خلاف خاموش رہ سکتے ہیں، جو آپ کو آپ کے دشمن سے لڑنے سے روکتے ہیں، وہ دشمن جو آپ کے بھائیوں کو شہید کر رہا ہے اور آپ کے علاقوں کی حرمت کو پامال کر رہا ہے؟ ایسا کیونکر ہے کہ آپ نے اپنے دشمنوں سے لڑنے کی بجائے اپنے ہی لوگوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں؟ کیا آپ میں ایک بھی ایسا صالح شخص موجود نہیں جو اِن حکمرانوں کے اقتدار کا خاتمہ کر دے؟ وہ حکمران جو اپنی سرزمینوں اور اپنے ہی لوگوں کا سودا کر چکے ہیں اور جنہوں نے استعماری کفار کے ساتھ گٹھ جوڑ بنا رکھا ہے اور فلسطین اور اُس کے گردونواح پر یہودیوں کو اتھارٹی اور کنٹرول دے رکھا ہے؟

کیا اللہ سبحانہ تعالیٰ کے یہ الفاظ آپ کے اندر خوف پیدا نہیں کرتے ؟:

﴿وَلَا تَرْكَنُوٓا إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾

''اور ظالم لوگوں کی طرف مت جھکنا، ورنہ تمہیں جہنم کی آگ آ لپٹے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہ ہوگا، پھر تمہیں کہیں سے مدد نہ مل سکے گی۔'' (ھود: 113)

اے مسلمانو!

فلسطین کی مبارک سرزمین پر قابض یہودی ریاست کی بقاء اس کی اپنی طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ یہ اِن غدار حکمرانوں کی غداری اور کافر استعماری ریاستوں کے ساتھ ان کے گٹھ جوڑ کی بنا پر ہے جنہوں نے ایک سازش کے تحت اِس یہودی ریاست کو قائم کیا تھا

اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اِس حدیث پر غور کیوں نہیں کرتے ؟:

((ان الناس اذا راوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیه یوشك ان یعمهم الله بعقاب)) ''اگر لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو عذاب دے'' (ابن ماجہ)

اے مسلم ممالک کے حکمرانو!

عقلمند شخص وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر سبق حاصل کرتا ہے۔ اور حالیہ واقعات اِس بات کے لیے کافی ہیں کہ تم اِن سے عبرت حاصل کرو۔ وہ جو تم سے زیادہ طاقتور اور زیادہ جابر تھے، اب ماضی کا قصہ بن چکے ہیں اور ذلت ان کا مقدر بن چکی ہے۔ اُنہیں اُن کا اقتدار اور طاقت بچا نہ سکی۔ اُن کے حواری اور ایجنٹ اُن کا ساتھ چھوڑ گئے حتیٰ کہ اُن کے استعماری آقاؤں نے بھی اُنہیں سڑک کنارے پھینک دیا!

اِس بات کے باوجود کہ تم لوگ اُن لوگوں میں سے ہو جو مخلص نصیحت پسند نہیں کرتے، پھر بھی حزب التحریر تمہیں نصیحت کرتی ہے! کہ تم لوگ اپنے دین، اپنی امت، اپنی سرزمین اور خود اپنے حوالے سے حد سے گزر چکے ہو:

جہاں تک دین کا معاملہ ہے: تو تم لوگوں نے اپنے دین کو پسِ پشت ڈالا ہوا ہے اور خلافت اور اِس کے لیے کام کرنے والوں کے خلاف ایک جنگ برپا کر رکھی ہے اور تمہاری خواہش ہے کہ تم فیصلے کے لیے طاغوت کی طرف جاؤ، جبکہ اللہ نے تمہیں طاغوت سے انکار کا حکم دیا ہے۔

جہاں تک امت کا معاملہ ہے: تو تم لوگوں نے اِس امت کے دشمن استعماری کفار اور یہودیوں کو اپنا اتحادی بنا رکھا ہے اور اِس امت کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔

جہاں تک تمہاری سرزمینوں کا معاملہ ہے: تو تم لوگ فلسطین اور اِس کے گردونواح، کشمیر، سائپرس، مشرقی تیمور، جنوبی سوڈان اور کئی دوسری اسلامی سرزمینوں سے دستبردار ہو چکے ہو۔

اور جہاں تک تمہارا اپنا معاملہ ہے: تو تم لوگوں نے اِس دنیا میں اپنے لیے ذلت و رسوائی کا ہی انتخاب کیا اور خود کو آخرت میں شدید ترین عذاب کا حق دار بنا لیا ہے۔

پس اگر تمہارے اندر ذرا سا احساس بھی باقی ہے تو تم لوگ خود ہی اقتدار سے الگ ہو جاؤ، قبل یہ کہ خلافت قائم ہو جانے کے بعد وہ تم لوگوں کو اقتدار سے ہٹائے اور عبرت کا نشانہ بنائے، وہ خلافت جس کا قائم ہونا ایک لازمی امر ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ ٱللَّهَ غَٰفِلًا عَمَّا يَعْمَلُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۚ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ ٱلْأَبْصَٰرُ ○ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِى رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْـِٔدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اور مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ ان سے بے خبر ہے۔ وہ اِن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، اور لوگ سر اوپر اٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، خود اپنی طرف بھی ان کی نگاہیں لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (خوف کے مارے) ہوا ہو رہے ہوں گے'' (ابراھیم: 43-42)

13 جمادی الثانی 1432ھ — حزب التحریر

16 مئی 2011ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکی وزارتِ خارجہ کے ہیڈکوارٹر سے دی جانے والی اوبامہ کی تقریر میں موجود مکر وفریب، امریکی سیاست کے جھوٹے پن کو بے نقاب کرتا ہے

گزشتہ رات اوبامہ نے امریکی وزارتِ خارجہ کے ہیڈکوارٹر میں مشرقِ وسطیٰ کے عوام سے خطاب کیا۔ یہ خطاب دھوکہ دہی سے بھرا ہوا تھا، جس میں یہ جھوٹ بھی شامل تھا کہ امریکہ خطے میں ڈکٹیٹروں اور ظالم حکمرانوں کے خلاف برپا کیئے جانے والے انقلابات میں عوام کی حمایت کرتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ امریکہ اِن انقلابات کے نتیجے میں وجود میں آنے والی نئی حکومتوں کے ساتھ بعض قرضوں کی معافی اور ورلڈ بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ سے آسان قرضوں کے اجراء کے ذریعے تعاون کرے گا۔ اِس ساری گفتگو میں مصر ہی موضوعِ سخن رہا۔ جبکہ اپنی گفتگو کے آخر میں اوبامہ نے یہ بھی اعلان کیا کہ امریکہ فلسطین کے دو ریاستی حل کی حمایت جاری رکھے گا، یعنی ایک پُرامن اور خوشحال یہودی ریاست کہ جس کی سلامتی کی گارنٹی امریکہ خود دے گا اور دوسری غیر مسلح اور اپاہج ریاست اہلِ فلسطین کے لیے۔ جبکہ اوبامہ یہ بھول گیا کہ فلسطین ،نہر سے لے کر بحر تک، اسلامی سرزمین ہے جو اللہ کے اذن سے اسلام کے دشمنوں کو روندتے ہوئے اپنی اصل حالت کی طرف جلد لوٹنے والی ہے۔

جو کوئی بھی اوبامہ کی تقریر کا بغور جائزہ لے تو وہ یہ جان جائے گا کہ اوبامہ حقائق کو بالکل مسخ کر رہا ہے۔ ہر صاحبِ بصیرت دیکھ اور جان سکتا ہے کہ اسلامی ممالک کے ظالم حکمران مغرب بالخصوص امریکہ کے لے پالک ہیں۔ کیا کوئی امریکہ اور حسنی مبارک کے درمیان گہرے تعلقات کا انکار کر سکتا ہے کہ جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ امریکیوں سے بڑھ کر امریکی ہے۔ اسی طرح کیا کوئی ایسا ہے جو مصر کے التحریر اسکوائر میں لاکھوں عوام کے پر ہجوم اجتماع کے وقت امریکہ کی طرف سے جاری ہونے والے بیانات کے دوغلے پن کو نہ دیکھ سکا ہو؟ امریکہ حسنی مبارک کی طرف سے اپنے عوام پر ظلم کرنے ،سینکڑوں کی تعداد میں انہیں قتل اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی کرنے اور اُن کے گھروں پر چھاپے مارنے کے عمل کو دیکھ اور سن رہا تھا۔ تاہم اِس کے باوجود امریکہ حسنی مبارک کے مؤقف کا ساتھ دیتا رہا اور اُس کے خلاف کوئی احتجاج نہ کیا اور نہ ہی اُس کے خلاف کوئی آواز اٹھائی بلکہ اسے ہر قدم پر نصیحتیں دیتا رہا جس میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ التحریر سکوائر پر سرسری طور پر حاضری دے۔ اور جب امریکہ کو یقین ہو گیا کہ مبارک اب مزید لوگوں کو قتل نہیں کر سکے گا اور انقلاب کے نعرے کے ساتھ نکلنے والے لوگ دھوکے باز حسنی مبارک کے خوف سے بے نیاز ہو کر اب اِس کی گردن کو دبوچنے ہی والے ہیں، تو امریکہ نے اپنے لہجے اور مؤقف کو یکسر تبدیل کر لیا۔ اُس نے مبارک کو سڑک کنارے پھینک دیا اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے نئے اور پرانے ساتھیوں میں سے نئے ایجنٹ کی تلاش شروع کردی، تاکہ حسنی مبارک کے خلا کو پُر کیا جائے۔

اور آج شام میں امریکہ وہی طرزِ عمل ایک بار پھر دُہرا رہا ہے۔ شامی حکومت کے ساتھ امریکہ کا نرم رویہ نہ صرف امریکی سیاست دانوں کے درمیان بلکہ دنیا بھر میں نہایت واضح ہے۔ کیونکہ پورے دو مہینے تک شام کی حکومت کی طرف سے اپنے ہی لوگوں کے قتل ،خونریزی ،اُنہیں زخمی کرنے ،اُن کی ہڈی پسلی ایک کرنے اور مکانات اور مساجد مسمار کرنے کے باوجود امریکہ شامی حکومت سے چشم پوشی کرتا رہا۔ لیکن جب لوگوں کے احتجاج نے شدت اختیار کر لی اور اُن کی طرف سے نظام کو بدلنے کی منصوبہ بندی ہونے لگی تو امریکہ نے نہایت بے شرمی سے یہ بیان جاری کر دیا کہ شام کا حکمران بشارالاسد یا تو سیاسی تبدیلی کی قیادت کرے یا پھر ملک چھوڑ دے! یعنی اِس نظام کے ظلم اور قتل وغارت گری کے خلاف لوگوں کے انقلاب کے باوجود امریکہ شام کو دوبارہ اس قتل وغارت گری کے ذمہ دار کو ہی سونپ دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ امریکہ بشارالاسد کے ساتھ وہی کرے گا جو وہ حسنی مبارک کے ساتھ کر چکا ہے، یعنی پہلے تو امریکہ بشارالاسد کو موقع دے گا کہ وہ لوگوں کے قتل اور گرفتاریوں کے ذریعے اُن پر قابو پا لے اور جب اُسے نظر آئے گا کہ یہ ظالم حکمران مزید قتل وخونریزی نہیں کر پائے گا یا پھر یہ حکمران انقلابیوں کے ہاتھوں ختم ہونے کے قریب ہے، تب امریکہ انہی انقلابیوں کی چاپلوسی پر مبنی بیانات دے گا اور شام کے ڈکٹیٹر کے ساتھ تعاون سے اپنا ہاتھ کھینچ لے گا۔

امریکہ کفر اور استعمار کا سرغنہ ہے اور اوبامہ کی دھوکے بازی امریکہ کے امیج کو بہتر نہیں کر پائے گی، اس مقولے کے مطابق کہ عطر فروش عمر میں اضافے کے اثرات کو زائل نہیں کر سکتا۔ امریکہ صرف اپنے مادی مفادات پر نظر رکھتا ہے، خواہ مفاد کا یہ حصول دوسروں کی کھوپڑیوں اور لاشوں کے بدلے ہو۔ پس امریکہ لوگوں کا استحصال کرنے اور مسلمانوں کے علاقوں کو کالونی بنانے میں یورپی یونین کے ساتھ رسہ کشی کر رہا ہے، جیسا کہ لیبیا، یمن، بحرین اور ہمارے دیگر حساس علاقوں میں ہو رہا ہے۔ یہ مغربی ممالک مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔

> **امریکہ کفر اور استعمار کا سرغنہ ہے**
>
> **اور اوبامہ کی دھوکے بازی امریکہ کے امیج کو بہتر نہیں کر پائے گی،**
>
> **اس مقولے کے مطابق کہ**
>
> **”عطر فروش عمر میں اضافے کے اثرات کو زائل نہیں کر سکتا“**

اوران کی وہ اقدار کہ اوبامہ جن کے گُن گاتا پھرتا ہے، وہ حسد ہے جس کا مظاہرہ ہم مغرب اور خصوصاً امریکہ کی طرف سے عراق، افغانستان اور گوانتاناموبے میں دیکھ چکے ہیں۔ امریکہ کی اقدار یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمانوں پر اپنے ڈرون طیاروں سے مسلسل بمباری کی جائے، غیر مسلح شخص کو میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ اس کے گھر میں بزدلانہ حملے کے ذریعے شہید کیا جائے، عالمی بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ کے قرضوں اور بے فائدہ امدادی پروگراموں اور سودی جال کے ذریعے ممالک کی معیشت پر تسلط جمایا جائے۔ جس کی بدولت اب ہمارے وسائل سے مالامال ممالک کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ کمرتوڑ سود اور بھاری قرضوں کے بوجھ تلے سسک رہے ہیں۔ امریکہ کی اقدار یہ ہیں کہ غاصب یہودیوں کی پشت پناہی کی جائے کہ وہ فلسطین اور ہمارے لوگوں کے خلاف شب وروز وحشیانہ مظالم سرانجام دیں۔ یہ ہیں امریکہ کی اقدار، بلکہ یہ اس کی نمایاں ترین اقدار ہیں۔

اے مسلمانو!

اگر اوبامہ کی تقریر کا اُس کی پہلی تقریروں کے ساتھ تقابلی جائزہ لیا جائے تو اِس میں نیا کچھ نہیں۔ اس کی نئی بات دراصل پرانی ہی ہے۔ وہ یہ سب کچھ پہلے ہی کہہ چکا ہے، خصوصاً دو سال قبل قاہرہ میں اپنی تقریر کے دوران۔ اس میں اگر کوئی نئی بات ہے تو وہ یہ کہ اس نے یہودی ریاست کی حمایت اور سلامتی کی ضمانت کے طور پر اپنی آواز کو پہلے سے اور بلند کیا ہے۔ سو اُس نے القدس اور وہاں کے پناہ گزینوں کے بارے میں بالکل بات نہیں کی، گویا یہ چیزیں لازمی اور ضروری نہیں بلکہ فقط جذباتی ہیں۔ اور اس نے 1967ء کی سرحدوں کو آگے پیچھے کرنے اور یہودی نوآبادیوں کو یہودی ریاست میں داخل کرنے کے لیے زمین کے تبادلے کے متعلق کھلم کھلا بیان دیا۔ اور یہ کہنے کے لیے اس نے فلسطین کی اپاہج، غیر مسلح اور ننھی ریاست کے قیام کا سہارا نہیں لیا۔

اے مسلمانو!

ہاں جب اوبامہ کی تقریر کا موازنہ اُس کی پچھلی تقریروں سے کیا جاتا ہے تو کوئی نئی چیز نظر نہیں آتی۔ جب سے مسئلہ فلسطین ظاہر ہوا ہے اوبامہ اور تمام امریکی صدور کی یہی روش رہی ہے۔ تاہم جو بات سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے وہ اوبامہ کا اسلامی علاقوں میں چکر لگانا ہے۔ وہ کبھی کسی مسلم ملک میں سفر کرتا ہے تو کبھی دوسرے ملک میں، اور حکم جاری کرتا پھرتا ہے کہ ''ایسا کرنا جائز ہے اور ایسا کرنا ناجائز ہے''، گویا کہ مسلمانوں کے علاقے ان کی امریکی ریاستیں ہیں۔

> **امریکہ کی اقدار یہ ہیں کہ غاصب یہودیوں کی پشت پناہی کی جائے کہ وہ فلسطین اور ہمارے لوگوں کے خلاف شب وروز وحشیانہ مظالم سرانجام دیں**

مسلمانوں کی یہ علاقے، خلافت کی موجودگی کے وقت سب سے زیادہ تہذیب یافتہ تھے، یہ علاقے دوستوں کی آنکھوں کا تارا تھے اور دشمن اُن سے خوف کھاتے تھے اور یہ علاقے پوری دنیا تک بھلائی پہنچانے کا ذریعہ تھے۔ اور اب خلافت کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ علاقے اور سرزمینیں اوبامہ کی سیر گاہ بنی ہوئی ہیں۔ اور جو چیز اس تکلیف کو بڑھاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس سب کے باوجود اوبامہ کو مسلمان ممالک میں ایسے حکمران میسر ہیں جو بے غیرتی کے ساتھ اُس کے سامنے سر جھکائے یوں کھڑے ہیں کہ جیسے اوبامہ ہی سے اُنہیں عزت ملے گی اور اُن کا تحفظ ہوگا، اور وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے اس قول سے نصیحت حاصل نہیں کرتے:

﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا o الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ط أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾

''منافقوں کو دردناک عذاب کی وعید سنا دیجیے، جو لوگ مؤمنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ جبکہ عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔''

(النساء: 139-138)

اور نہ یہ حکمران موجودہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ کس طرح امریکہ نے اپنے اُن ایجنٹوں کو ردی کی ٹوکری کی نظر کر دیا جو اپنی مدت پوری کر چکے۔

اے مسلمانو! حزب التحریر آپ کو پکارتی ہے:

کہ کیا اب بھی آپ کے لیے وقت نہیں آیا کہ آپ یہ جان لیں کہ خلافت آپکے پروردگار کی طرف سے فرض اور آپ کے رسول ﷺ کا حکم ہے اور یہ آپ کے لیے عزت اور ترقی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ کیا اب بھی آپ خلافت کو قائم کرنے اور اپنے رب کا وعدہ سچا کرنے کے لیے حزب التحریر کے لوگوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی طرف جلدی نہیں کریں گے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾

''اللہ تم میں سے اُن لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، کہ انہیں ضرور زمین میں اِن حکمرانوں کی بجائے حاکم بنائے گا جیسے کہ اُن لوگوں کو حاکم بنایا جو ان سے پہلے تھے'' (النور: 55)

اور اپنے نبی ﷺ کی بشارت کو سچ کر دکھانے کے لیے:

((ثم تكون خلافة على منهاج النبوة))

''اور پھر نبوت کے نقشِ قدم پر دوبارہ خلافت قائم ہوگی'' (مسند احمد)

تاکہ زمین پھر سے خلافت کے نور سے چمک اُٹھے اور امریکہ اور مغرب کو واپس وہیں دھکیل دیا جائے جہاں سے وہ اٹھے ہیں، اگر وہ جگہ ان کے لیے باقی بچے۔

تو کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ آپ اپنے رب کی طرف توبہ کرتے ہوئے متوجہ ہو جائیں۔ اس سے قبل کہ موت آپ کو آ پکڑے، اور پھر آپ پچھتائیں، لیکن اس وقت پچھتاوا کام نہیں آئے گا۔

﴿فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ط إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ﴾

''پس دوڑو اللہ کی طرف، اور میں تو تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہی ہوں'' (الذاریات: 50)

17 جمادی الثانی 1432ھ — حزب التحریر

20 مئی 2011ء

☆☆☆

بشارالاسد اپنا تخت بچانے کے لیے مصر کی ماؤں اور بیٹیوں کا بے رحمانہ قتلِ عام کر رہا ہے

7 مئی بروز ہفتہ کو شام کے جابر حکمران بشار الاسد کی سیکورٹی فورسز نے اُس ریلی کو گولیوں کا نشانہ بنایا جو فقط خواتین پر مشتمل تھی۔ یہ ریلی 'مرقب' گاؤں کی طرف سے آنے والی شاہراہ پر نکالی گئی تھی، یہ گاؤں اُس ساحلی قصبے 'بنی یاس' کے پاس ہی ہے جو اِس وقت حکومت مخالف مظاہروں کے مراکز میں سے ایک اہم مرکز بن چکا ہے۔ اِن سیکورٹی فورسز کی فائرنگ سے چار خواتین ہلاک اور پانچ زخمی ہوگئیں۔ یہ خواتین شام کی فوج کی طرف سے 'بنی یاس' کے محاصرے، فون لائنیں اور بجلی کی سہولیات منقطع کرنے اور پولیس کے ہاتھوں بڑی تعداد میں اپنے بھائیوں، شوہروں اور بیٹوں کی گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں۔ اسی طرح مارچ کے مہینے میں 'درہ' کے مقام پر ایک حکومت مخالف مظاہرے کے دوران سیکورٹی فورسز نے ایک گیارہ سالہ لڑکی کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور بشار الاسد ابھی بھی اپنے احمقانہ مؤقف پر ڈٹا ہوا ہے کہ حکومتی طاقت کا استعمال مسلح گروپوں اور دہشت گرد جماعتوں کو کنٹرول کرنے کے لیے کیا جارہا ہے۔

صرف پچھلے کچھ ہفتوں کے دوران 800 سے زائد مظاہرین بشار الاسد کے قتلِ عام کا نشانہ بن چکے ہیں جبکہ 8000 سے زائد افراد کو گرفتار کیا جاچکا ہے۔ اِن گرفتار افراد میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں حتیٰ کہ بوڑھی ماؤں کو بھی نہیں چھوڑا گیا۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کی طرف سے فراہم کردہ شواہد اِس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ حکومت مخالف لوگوں کے درمیان دہشت کی فضا پیدا کرنے کے لیے شام کی بدنام زمانہ اور سنگدل انٹیلی جنس ایجنسیاں مردوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور عورتوں کو بھی کئی بار تشدد کا نشانہ بنا چکی ہیں، حتیٰ کہ 12 سال کے عمر کے بچے بھی اِس خفیہ پولیس کے ہاتھوں بدترین تشدد کا نشانہ بن چکے ہیں۔ اِن سب کے باوجود واشنگٹن اور یورپین یونین کے ممالک 'اپنے اِس ایجنٹ کے ساتھ کھڑے ہیں' اور اِس ظالم ڈکٹیٹر کو سرے سے ہی ختم کرنے کی بجائے فقط شام میں سیاسی اصلاحات کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی نمائندہ، ڈاکٹر نسرین نواز نے اِس پر اپنا یہ بیان جاری کیا:

''ہم بشار الاسد کی حکومت کی طرف سے غیر مسلح مظاہرین پر بے رحمانہ حملوں کی مذمت کرتے ہیں۔ آج کے فرعون کہ جس کے خاندان کو تاریخ کے کوڑے دان میں دہائیوں قبل پھینک دیا جانا چاہیے تھا، کے خلاف ان مظاہرین کا ہتھیار اُن کی آواز اور بے مثال شجاعت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہ کیسا بے رحمانہ نظام ہے کہ جس کو اپنے ہی لوگوں کی معصوم ماؤں اور بیٹیوں پر گولیاں برسانا قابلِ قبول ہے؟ یہ ظالم حکمران شاید جان بوجھ کر اپنی قوم کے اندر خوف کی فضاء پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھ سکے، تاہم یہ تو اُس کا اپنا خوف ہے جو اُس کے اپنے ان مایوسانہ اعمال سے صاف ظاہر ہو رہا ہے اور جس نے دنیا کو دِکھا دیا ہے کہ کیسے شام کے مسلمانوں کی بہادری کی وجہ سے 'الاسد' (شیر) سہما ہوا اور خوف سے تھر تھر کانپتا 'چوہا' بن چکا ہے۔ اگر وہ سمجھتا ہے کہ اپنے ہی لوگوں کے خون سے ہولی کھیلنے سے اُس کا تخت محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ دھوکے میں ہے - بلکہ یہ مجرمانہ افعال اُس کے اختتام کو اور قریب کر رہے ہیں۔''

''اے شام کی فوج کے بیٹو، آپ اِس بات کو کیسے برداشت کر سکتے ہو کہ تم اِس ظالم کی پشت پر کھڑے رہو جو تمہارے ہی ماؤں اور بیٹیوں کو بے رحمانہ انداز میں قتل کر رہا ہے؟ آپ ایک ایسی قیادت کی اطاعت کیسے کر سکتے ہو جو اپنے آپ کو بچانے کے لیے اپنے ہی لوگوں میں دہشت پھیلا کر رکھنا چاہتی ہے اور جو شام کی دولت کو مالِ مفت کی طرح لٹا کر تمہارے بہن بھائیوں کو ہی کنگال کر رہی ہے؟ آپ لوگ ایک ایسی حکومت کی سپورٹ کیسے جاری رکھ سکتے ہیں جو آپ کو آپ کی ہی ماؤں اور بیٹیوں کے خلاف استعمال کرتی ہے جبکہ اپنی افواج کو گولان کی پہاڑیوں یا فلسطین کے مسلمانوں کو آزاد کرانے کے لیے متحرک نہیں کرتی؟ آپ کی کیا عزت باقی ہے اگر آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کی اپنی ہی امت کا قتلِ عام، خونریزی، اور اس پر تشدد اور بے انصافی ہو رہا ہے اور آپ یہ سب ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن پھر بھی آپ کوئی ایکشن نہیں لیتے؟''

''ہم آپ لوگوں کو پکارتے ہیں کہ اُس عزت کو تھام لو جس سے اللہ سبحانہ تعالیٰ تمہیں سرفراز کرے گا جب تم اِن ظالم، مجرم اور کرپٹ ڈکٹیٹروں کو اکھاڑ کر ان کی جگہ ریاستِ خلافت قائم کرو گے جو اسلام کے قوانین کا نفاذ کرے گی اور تمہاری عظمت رفتہ اور تمہارے بہن بھائیوں کی زندگیوں کو بحال کرے گی۔ قطع نظر اِس بات کے سیاسی اصلاحات کے لیے کتنی تعداد میں وعدے کئے جا رہے ہیں، ایک حقیقی تبدیلی کبھی بھی ایسے حکمرانوں سے وقوع پذیر نہیں ہوسکتی جو صرف تشدد، ظلم، دہشت اور خوف کی زبان بولتے ہوں۔ آپ ایسے لوگوں سے اچھائی کی امید کیسے رکھ سکتے ہیں جن کے دماغ ضمیر سے خالی ہیں؟ یہ صرف خلافت ہی ہوگی جو شام اور دوسرے اسلامی ممالک کے اندر زوال پذیر سیاسی نظاموں کا خاتمہ کرے گی کہ جس نے ایک لمبے عرصے سے امتِ مسلمہ کو زوال کا شکار بنا رکھا ہے۔ یہ صرف اسلامی نظام ہی ہے جو مظلوم اور کمزور کے لیے لڑتا ہے، غربت کا خاتمہ چاہتا ہے، بھوکے کو کھلاتا ہے، عورتوں کی عزت کا محافظ ہے، حقیقی معنوں میں ایک جوابدہ اور شفاف حاکمیت دیتا ہے اور مسلم علاقوں کے تحفظ اور اُنہیں آزاد کرانے کے لیے مسلم افواج کو متحرک کرتا ہے جس سے یہ افواج اپنے دشمنوں کے ہیرو بننے کی بجائے اپنے لوگوں کے لیے ہیرو بنتی ہیں۔''

☆☆☆

دو اہم سوال اور اُن کے جوابات

سوال نمبر 1: لوگ بلڈ بینکس کو خون مختلف مقاصد کے لیے مفت عطیہ کرتے ہیں۔ بلڈ بینک اس خون کو چیک کرتے ہیں اور اگر خون صحت مند ہوتا ہے تو اسے دوسرے مریضوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر خون میں جراثیم موجود ہوں (جیسے ہپاٹائٹس اور ایڈز کے جراثیم) تو ایسا خون ضائع کر دیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی لیبارٹریز کے لیے آلودہ خون درکار ہوتا ہے تاکہ اس کا معائنہ کیا جاسکے۔ کیا ہمارے لیے ایسا خون مفت حاصل کرنا، اس پر تجربات کرنا اور زائد بچ جانے والے خون کو بغیر کسی کو نقصان پہنچائے ضائع کرنا جائز ہے؟

بعض دفعہ ہم جراثیم سے آلودہ خون کے معائنے کے دوران پیچیدہ اور مہنگے طریقوں سے خون کو صاف کرتے ہیں اور جراثیم کو علیحدہ کر لیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ جراثیم ہماری لیبارٹری میں تحقیق کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور کچھ ادویات بنانے کے

لیے۔ ہم بقیہ خون مختلف لیبارٹریز کوفروخت کر دیتے ہیں۔ اگر ہم خون سے جراثیم علیحدہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تو ہم دوسری لیبارٹریز سے وہ جراثیم خریدتے ہیں۔ کیاان مقاصد کے لیے جراثیم کی خریدوفروخت جائز ہے؟

جواب: ان سوالات کا جواب دینے سے قبل ہم مندرجہ ذیل نکات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

1۔ خون ناپاک اورممنوع ہے۔ اس کی دلیل اسماءؓ سے مروی حدیث ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی ہم اپنے کپڑوں کا کیا کریں جبکہ ہمارے کپڑوں پر حیض کا خون لگ جائے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو جواب دیا ''تم اس خون کے دھبے کو رگڑ کر پانی سے دھو لیا کرو اور پھر عبادت کرو'' (بخاری و مسلم)۔ رسول اللہ ﷺ کا عبادت سے پہلے کپڑے کو پانی سے دھونے کا حکم دینا خون کے ناپاک ہونے کی دلیل ہے۔ خون کوکھانے اور پینے کے لیے حرام ہونے کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ ﴾ ''تم پرحرام کیا گیامردار،خون،سور کا گوشت'' (المائدہ۔۳)

اوراللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا

﴿قُل لاَّ أَجِدُ فِيْ مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلاَّ أَن يَكُوْنَ مَيْتَةً أَوْ دَماً مَّسْفُوحاً أَوْ لَحْمَ خِنزِيْرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقاً أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام نہیں پاتا کسی کھانے والے کے لیے جو اس کو کھائے، مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو، کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیراللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص مجبور ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے'' (الانعام۔۱۴۵)

2) ناپاک اورممنوع اشیاء سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ اس کے دلائل یہ ہیں۔ بخاری میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو مکّہ میں فتح مکّہ والے سال یہ فرماتے سنا: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی تجارت کوحرام قرار دیا ہے۔ لوگوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مردہ جانوروں کی چربی کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہ کشتیوں اور کھالوں کو چکنا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے اور لوگ اسے روشنی کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو، اللہ نے ان پر جانوروں کی چربی حرام کر دی تھی اس کے باوجود وہ اسے پگھلا کر بیچتے اور اس سے منافع کھاتے تھے۔''

طبری نے تہذیب الآثار میں جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مردار کو نہ تو استعمال کرو نہ ہی اس سے فائدہ حاصل کرو۔'' مردار کی کھال اس سے مستثنٰی ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ابن عباسؓ اور وھب نے میمونہؓ سے روایت کیا، وہ فرماتی ہیں: ''ہمارے غلام کو صدقہ کے طور پر ایک بھیڑ دی گئی اور وہ مرگئی۔ رسول اللہ ﷺ کا گزر جب اس بھیڑ کے پاس ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کی دباغت کر دی یا استعمال کر لی؟ انھوں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ مرچکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کھانا حرام ہے (یعنی کھال کا استعمال حرام نہیں)۔'' بخاری میں عبداللہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے فتح مکّہ والے سال حضور ﷺ کو یہ کہتے سنا جبکہ وہ مکّہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نشہ آور چیزوں کی فروخت سے منع فرمایا ہے۔'' بخاری میں ایک اور روایت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن وہ ابوطلحہؓ کے گھر تھے اور الفضیخ شراب پیش کی گئی۔ اسی لمحہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک صحابیؓ کو حکم دیا کہ وہ اعلان کریں ''خبردار! شراب حرام کر دی گئی ہے''۔ ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ شراب الٹا دو۔ میں باہر آیا اور شراب الٹا دی۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی''۔ ابو داؤد میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالی نے شراب اور اس کی قیمت، مردار اور اس کی قیمت اور سور اور اس کی قیمت کو حرام کر دیا ہے''۔

3) علاج اس ممانعت سے مستثنٰی ہے۔ ناپاک اور ممنوع اشیاء کا استعمال علاج کے لیے جائز ہے۔ اس کی دلیل مسلم کی یہ حدیث ہے: ''انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبدالرحمان بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ کو سفر کے دوران ریشمی قمیض پہننے کی اجازت دی کیونکہ انہیں خارش کی بیماری تھی''۔ مردوں کو ریشمی کپڑے پہننا حرام ہے لیکن بیماری کی وجہ سے اجازت ہے۔ سنن نسائی، ابوداود اور ترمذی میں اس بارے میں احادیث موجود ہیں۔ عبدالرحمان بن طرفہ اپنے دادا عرفجہ بن اسد سے روایت کرتے ہیں کہ ''ان کی ناک الکلاب کی لڑائی میں کٹ گئی۔ انھوں نے چاندی کی ناک لگائی لیکن اس میں بدبو آنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم دیا''۔ سونا مردوں کے لیے حرام ہے لیکن علاج معالجہ کی غرض سے اس کا استعمال جائز ہے۔

ناپاک اشیاء کا استعمال علاج معالجہ کے لیے حرام نہیں۔ بخاری میں انسؓ سے روایت ہے ''کہ کچھ لوگ مدینہ آئے اور بیمار ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اونٹنیوں کے جھنڈ میں جائیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں (دوا کے طور پر)۔ لہٰذا وہ گئے اور انھوں نے پیا''۔ جب لوگ بیمار ہوتے تھے تو رسول اللہ ﷺ انھیں پیشاب پینے کی اجازت دیتے تھے جو کہ ناپاک ہوتا ہے۔ بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''ایک بدّو مسجد میں کھڑا ہو کر پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو اور ایک ڈول پانی لا کر اس جگہ پر ڈال دو جہاں پر اس نے پیشاب کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید کہا کہ تمھیں چیزیں آسان بنانے کے لیے بھیجا ہے نہ کہ مشکل بنانے کے لیے''۔

4) درحقیقت اشیاء حلال ہیں جب تک کہ ان کے حرام ہونے کی دلیل نہ ہو۔ اس کی دلیل قرآن کی آیات ہیں:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ﴾

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں تمھارے لیے مسخر کر رکھی ہیں''۔ (لقمان۔۲۰)

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِيْ الْأَرْضِ﴾

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس نے وہ سب کچھ تمھارے لیے مسخر کر رکھا ہے جو زمین میں ہے''۔ (الحج۔۶۵)

﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ جَمِيْعاً مِّنْهُ﴾

''اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمھارے لیے تابع کر دیا ہے''۔ (الجاثیہ۔۱۳)

ان آیات سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ نے اشیاء

کوحلال قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ اشیاء جائز ہیں۔ لہٰذا اشیاء کوحرام قرار دینے کے لیے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے جوانھیں حرام ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ اشیاء کے بارے میں اصول یہ ہے کہ وہ حلال ہیں جب تک کہ ان کے حرام ہونے کی دلیل موجود نہ ہو۔ یہ اصول اعمال کے متعلق مختلف ہے۔ اعمال کو شریعت کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اور شریعت ہمیں اعمال کے فرض، مندوب وغیرہ ہونے کے متعلق بتاتی ہے اور اس کے لیے وجہ، صورتحال وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے جوہمیں اصول فقہ سے معلوم ہوتے ہیں۔

لہٰذا ان دوسوالوں کے جواب مندرجہ ذیل ہیں۔

اول: اگر آلودہ خون پر کیے جانے والے ٹیسٹ بیماری کی تشخیص اوراس کے علاج کے لیے کیئے جائیں تو وہ جائز ہیں۔ لیکن اگر ٹیسٹ کا مرض کی تشخیص یا علاج سے کوئی تعلق نہیں تو ان کا کرنا جائز نہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ خون آلودہ اور ممنوع ہے اور اسے صرف علاج یا تشخیص کی عرض سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

دوم: اگر خون سے جرثومہ کو تحقیق کی عرض سے علیحدہ کیا جائے تو یہ جائز ہے۔ مثال کے طور پر اگر آلودہ خون کو مختلف لیبارٹری ٹیسٹ سے گزارا جائے اس عرض سے کہ اس میں موجود جرثومے کو علیحدہ کیا جا سکے اور اس کے خلاف موئثر دوا تیار کی جاسکے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اگر جرثومہ کو خون سے علیحدہ کرنے کا مقصد علاج معالجہ کے علاوہ کچھ اور ہو تو یہ جائز نہیں کیونکہ خون ناپاک اور ممنوع ہے اور اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

سوئم: جرثومے پاک ہوتے ہیں۔ ان کی ممانعت کے بارے میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ لہٰذا شریعت کے اوپر بیان کردہ اصول کے مطابق جرثومے پاک ہیں۔ اگر جرثومے خون میں شامل نہ ہوں تو ان کی خرید و فروخت اور اس پر تحقیقات کرنا جائز ہے۔ درحقیقت سائنسی تجربات انسانوں کی بھلائی کے لیے ہونے چاہیے نہ کہ نقصان پہنچانے کے لیے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے، ((لا ضَرَرَ وَ لاضِرَارَ))''نہ تکلیف پہنچاؤ اور نہ تکلیف اٹھاؤ''۔

☆☆☆

سوال نمبر2: اسامہ بن لادن کے مجرمانہ قتل کے متعلق امریکہ اور پاکستان کے موقف میں تضاد ہے، کچھ بیانات کے مطابق یہ آپریشن پاکستانی انتظامیہ کی مرضی اور تعاون سے کیا گیا جبکہ کچھ بیانات اس بات کی مکمل یا جزوی تردید کررہے ہیں۔ براہ مہربانی اس معاملہ کی وضاحت کریں۔ اگر یہ آپریشن پاکستان کے تعاون سے کیا گیا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت کا تعین پاکستانی انتظامیہ کی مرضی سے کیا گیا؟ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

جواب: اس بات کے مضبوط شواہد موجود ہیں کہ یہ آپریشن پاکستانی انتظامیہ کی آگاہی اور تعاون کے ذریعے کیا گیا۔ یہ تعاون انٹیلی جنس کے تبادلے اور امریکہ کو اس آپریشن کے اجازت دے کر کیا گیا۔ ان میں سے چند شواہد درج ذیل ہیں:

ا۔ 25 اپریل 2011 کو چکلالہ کے ہوائی اڈے پر ایساف کمانڈر جنرل پیٹریاس اور جنرل کیانی کے درمیان ہونے والی انتہائی اہم اور غیر معمولی ملاقات۔اسی رات جنرل پیٹریاس نے ٹیلی کانفرنس کے ذریعے وائٹ ہاوس میں ہونے والی ایک میٹنگ میں شرکت کی جس کی صدارت بارک اوبامہ نے کی تھی۔ اس کے اگلے ہی دن پاکستان کی انتہائی اعلی سطحی فوجی رابطہ کمیٹی، جوائنٹ چیفس آف اسٹاف کمیٹی کا ششماہی اجلاس منعقد ہوا جس میں دوسروں لوگوں کے ساتھ آئی۔ایس۔آئی چیف جنرل شجاع پاشا نے بھی شرکت کی جبکہ وہ اس کمیٹی کے مستقل رکن نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ میٹنگ اچانک بھی بلائی گئی تھی۔ اوبامہ نے اس میٹنگ کے متعلق اشارتاً ذکر بھی کیا جب اس نے اسامہ کے موت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ''اور آخر کار، پچھلے ہفتے، میں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ ہمارے پاس آپریشن کرنے کے لیے کافی انٹیلی جنس موجود ہے اور آپریشن کی اجازت دی تا کہ اسامہ بن لادن کو گرفتار کیا جائے اور اس کو انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے'' (روزنامہ ڈان 3 مئی 2011)۔

۲۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی کہ اسامہ بن لادن، بلال ٹاون میں رہ رہا تھا جو کہ آرمی کنٹونمنٹ کا علاقہ ہے اور پاکستام ملٹری اکیڈمی کے انتہائی قریب واقع ہے اور فوج کی چیک پوسٹوں میں گھرا ہوا ہے۔

۳۔ زرداری نے اگرچہ آپریشن میں کسی بھی طرح سے ملوث ہونے کی تردید کی لیکن اس بات کا اقرار کیا کہ یہ قتل دوطرفہ تعاون کے نتیجے میں ممکن ہوا۔ زرداری نے واشنگٹن پوسٹ میں کہا کہ ''اگرچہ اتوار کے واقعات کوئی مشترکہ آپریشن نہیں تھا لیکن پاکستان اور امریکہ کے درمیان ایک دہائی کے تعاون اور شراکت داری کا نتیجہ اسامہ بن لادن کے خاتمہ پر منتج ہوا جو کہ تہذیب یافتہ دنیا کے لیے مستقل خطرہ تھا''۔

۴۔ اوبامہ کا بیان جس میں اس نے اس قتل میں پاکستان کی معاونت کو چھپانے کی کوشش کی لیکن اس بات کا اقرار کیا کہ پاکستان کی معاونت کے نتیجے میں اوسامہ کے ٹھکانے کا پتہ چل سکا۔ اوباما نے کہا کہ ''اس بات کو نوٹ کرنا ضروری ہے کہ دہشت گردی کے خلاف سرگرمیوں میں ہماری پاکستان کے ساتھ شراکت نے ہمیں اسامہ بن لادن اور اس مکان تک پہنچنے میں مدد کی جس میں وہ چھپا ہوا تھا''۔

۵۔ القاعدہ کے اکثر اہم اراکین جیسے ابوفراج اللبی، خالد شیخ محمد، احمد خلفان اسی طرح کے علاقوں جیسے فوجی علاقوں کے قریب موجود پوش علاقوں سے گرفتار کیے گئے تھے۔ اور القاعدہ کے یہ انتہائی اہم اراکین پھر امریکہ کے حوالے کیے گئے تھے۔

یقیناً پاکستانی انتظامیہ اس قتل میں پوری طرح سے ملوث ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ امریکہ نے اس قتل کے لیے جس وقت کا تعین کیا اس سے پاکستان کی انتظامیہ آگاہ بھی ہو۔ پاکستانی انتظامیہ کا کردار ایک جاسوس کا ہے جو کہ ایک اپنے آقا کو کسی کو مارنے کے لیے ضروری معلومات مہیا کرتا ہے تا کہ مارنے کے لیے صحیح وقت کا تعین ہو سکے۔ جاسوس کو مقررہ وقت کے متعلق بتایا جاتا ہے یا نہیں یہ جاسوس کے لیے غیر ضروری ہے کیونکہ وہ پہلے ہی انتہائی گھٹیا قیمت پر بک چکا ہوتا ہے۔

آخر میں ہم عمومی طور پر پاکستان کے عوام اور خصوصی طور پر پاکستان کی فوج کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائیں گے کہ اس انتظامیہ کا چلتے رہنا تمام بیماریوں کی وجہ اور پاکستان کے لیے ناسور ہے۔ یہ معاملہ صرف بن لادن (اللہ اس پر رحم فرمائیں اور جنت میں داخل فرمائیں) کے قتل پر نہیں رکے گا بلکہ یہ انتظامیہ مستقل مسلمانوں کا خون بہاتی رہے گی۔ شریعت کا یہ حکم ہے کہ اس انتظامیہ کو اکھاڑ پھینکا جائے اور اس کی جگہ خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے تا کہ اسلام اور مسلمانوں کی حرمتوں کو محفوظ بنایا جا سکے اور کفار کو ذلیل کیا جائے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

اللہ اپنے ارادے پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ بے علم ہوتے ہیں (یوسف۔21)

1 جمادی الثانی 1432ھ

4 مئی 2011

☆☆☆

شمالی وزیرستان آپریشن

غدار، ایک اور سرخ لکیر عبور کرنے کے لیے تیار!!

امریکی جوائنٹ چیف آف سٹاف مائیک مولن امریکہ سے ہمیں خبر دے رہے ہیں کہ شمالی وزیرستان میں فوجی آپریشن کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے۔ دیگر اہم خبروں کی طرح یہ خبر بھی ہمیں امریکہ سے سننے کو مل رہی ہے جبکہ پاکستان کی سیاسی اور ملٹری قیادت میں موجود غدار گم سم مکمل طور پر خاموش کھڑی ہے۔ مسلمانوں کے قتل عام اور لاکھوں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بے گھر کرنے کے لئے دس سال سے جاری فوجی آپریشن اب فاٹا کی آخری ایجنسی، شمالی وزیرستان، میں داخل ہونے کو ہے۔ ایک عرصے تک عسکری قیادت شمالی وزیرستان کو سرخ لکیر قرار دیتی تھی لیکن دیگر تمام سرخ لکیروں کی طرح پاکستان کے غداروں نے یہ لکیر بھی عبور کر لی۔ پاکستان کے غدار حکمرانوں نے کشمیر پر یوٹرن لیا، افغانستان میں اپنی سٹرٹیجک ڈیپتھ سے ہاتھ دھویا، اپنے ایٹمی سائنسدانوں کو ذلت کا نشانہ بنایا، اپنے ہی عوام پر جہازوں اور ٹینکوں سے بمباری کی، سی آئی اے اور ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک کو پاکستان میں بم دھماکوں کا لائسنس فراہم کیا اور حال ہی میں فوجی چھاؤنی سے زیادہ محفوظ شہر ایبٹ آباد میں اپنی حفاظت میں امریکہ کو فوجی آپریشن کرنے کی اجازت دی تا کہ پوری دنیا میں پاکستان کو دہشت گرد ریاست کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ بے شک غداروں کے لئے کوئی سرخ لکیر نہیں ہوتی۔ اور جو غیرت کی لکیر عبور کر لیتا ہے تو پھر وہ تمام لکیریں عبور کر سکتا ہے۔ اب جبکہ ان غداروں کے پاس اپنی غداری کے لئے ''ملکی مفاد'' جیسی بودی دلیل بھی نہیں بچی تو اب امریکی جنگ کو جاری رکھنے کے لیے یہ بھونڈا موقف اختیار کیا جا رہا ہے کہ اگر ہم امریکہ کی بات نہ مانیں گے تو امریکہ ہمارے خلاف جنگ مسلط کر کے ہمیں پتھر کے زمانے میں دھکیل دے گا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ خود امریکی کانگریس افغانستان کی جنگ میں ماہانہ دس ارب ڈالر کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ایسے میں کیا امریکہ ایک اور جنگ شروع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے؟ ہرگز نہیں!! کیا پاکستان کے ساتھ جنگ کر کے امریکہ تیل اور بارود کی رسد کٹوا کر افغانستان سے اپنے فوجیوں کو زندہ نکلوا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!! حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کی خطے میں سب سے بڑی طاقت پاکستان کی سول اور فوجی قیادت میں موجود غدار ہیں۔ حزب التحریر افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران سے سوال کرتی ہے کہ وہ کب تک غداروں کی جھوٹی تاویلوں کو قبول کرتے رہیں گے؟ اب تو تمام سرخ لکیریں بھی مٹا دی گئی ہیں سوائے ایٹمی اثاثہ جات حوالے کرنے اور بھارت کو ملک کی باگ ڈور سونپنے کے!! اے مخلص افسرو! اپنے حلف کی پاسداری کرو اور ان غداروں سے ملک کو آزاد کراؤ۔ آگے بڑھو اور سول اور فوجی قیادت میں موجود غداروں کو اکھاڑ کر حزب التحریر کو مدد و نصرت دو تا کہ خلافت کا قیام عمل میں لایا جائے جو خطے سے امریکی انخلاء کو یقینی بنائے گی۔